

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر
مگر نہایت جامع و مستند سوانح عمری

سیر خاتم الانبیاء

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

دارالاحیاء

فہرست مضامین

سیرت خاتم الانبیاء ﷺ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۸	حضرت خدیجہ سے نکاح	۱۲	انتساب
	آپ ﷺ کی اولاد حضرت خدیجہ	۱۳	مقدمہ
۲۹	سے	۱۷	حضور ﷺ کا نسب نامہ
۳۰	آپ ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں	۱۸	ولادت سے پہلے برکات کا ظہور
۳۲	ازواج مطہرات		ولادت باسعادت
	تعداد ازواج پر مکمل بحث اور	۱۹	کل دنیا کی تاریخ
۳۶	مخالفین کے شبہات کا رد	۱۹	آپ ﷺ کے والد ماجد کی وفات
	آپ ﷺ کے بعض اقارب اور	۲۱	رضاعت و طفولیت
۳۲	خدا ام	۲۱	آفتاب نبوت علیہ کے گھر میں
	بناء کعبہ کے وقت آپ ﷺ کو	۲۲	آپ ﷺ کا سب سے پہلا کام
۳۳	تمام قریش نے تسلیم کر لیا	۲۳	آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات
۳۴	عطائے نبوت	۲۵	حضرت عبدالملک کی وفات
	دنیا میں اشاعت اور اسلام کی	۲۶	سفر شام
۳۴	صورت	۲۶	یہود کے ایک بڑے عالم کی
۳۶	اعلان دعوت اسلام		پیشین گوئی
۳۷	تمام عرب کی مخالفت	۲۶	دوبارہ سفر شام
	تمام عرب کے مقابلہ میں آپ	۲۷	

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ماہنامہ : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جنوری ۲۰۰۰ء علمی مرکز
صفحات : 140 صفحات
کمپوزنگ : محمد جاوید اقبال

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ ہر دفعہ ریلیف معیاری ہو۔ اللہ نذاہات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم ہو جو رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نکلے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر معصوم قارئین تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿..... ملنے کے پتے﴾

ادارہ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی	ادارہ اسلامیات ۱۹۰-۱۱ مارگلی کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی	بیت العلوم ۱20 بھورہ والا پور
بیت اہلکم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال ہادک کراچی	کتبہ سید احمد قسید اردو بازار لاہور
بیت اکتب بالقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی	یونیورسٹی بک انجینسٹری خیر بازار پشاور
کتبہ اسلامیات پیر بازار۔ لیصل آباد	کتبہ اسلامیات گل کافرا۔ ایبٹ آباد
کتبہ المعارف ملکہ جنگلی۔ پشاور	کتبہ خاندان شیعہ۔ حدیث مارکیٹ ریلوے بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLIWELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

AZHAR ACADEMY LTD.
54-56 LITTLE HURFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A.

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BENTLEY, HOUSTON,
TX 77074, U.S.A.

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۰	ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی جان نثاری	۸۸	مسلمانوں کا ایقائے وعدہ
۱۰۰	صحابہ رضی اللہ عنہ کی بے نظیر جان بازی		حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قابل
	چہرہ انور سے خون جاری ہونا	۸۹	ریشک شہادت
	اور آپ رضی اللہ عنہ کی رحمت اور دعائے	۹۰	صحابہ رضی اللہ عنہ کی جان بازی
۱۰۰	معفرت	۹۰	ابو جہل کی ہلاکت
۱۰۱	۳ھ سر یہ منذر	۹۱	ایک عظیم الشان معجزہ
۱۰۱	۵ھ قریش اور یہود کا اتفاق		بدر کے قیدیوں کے ساتھ
۱۰۲	غزوہ احزاب اور خندق	۹۲	مسلمانوں کا سبق آموز سلوک
۱۰۳	مسلمانوں پر فاقہ کشی کی شدت	۹۳	اسلامی مساوات
۱۰۳	خدا کی لہر اور کفار پر ہوا کا طوفان		حضور رضی اللہ عنہ کے داماد ابوالحاحس کا
۱۰۴	۶ھ صلح حدیبیہ	۹۴	اسلام لانا
۱۰۴	بیعت رضوان	۹۴	اسلامی سیاست اور ترقی تعلیم
۱۰۶	سلاطین دنیا کو دعوتی خطوط	۹۵	آپ رضی اللہ عنہ کے خلق عظیم کا معجزہ
	خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کا	۹۶	غزوہ اُحد
۱۰۷	اسلام لانا		فوج کی ترغیب اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے
۱۰۸	۸ھ غزوہ خیبر	۹۷	لڑکوں کا شوقیہ جہاد
۱۰۸	سر یہ موت	۹۸	حضور رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مشہور ہونا
۱۰۸	فتح فکد		حضرت زیادہ رضی اللہ عنہ کی قابل ریشک
۱۰۹	فتح مکہ معظمہ	۹۹	شہادت
	فتح مکہ کے بعد قریش کے ساتھ	۹۹	چہرہ انور کا زخمی ہونا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۰	نبوت کا اقرار	۴۸	ﷺ کا جواب
۷۱	اُمّ مَعْبُد کے گھر میں قیام	۴۹	قریش کی ایذا رسانی
۷۱	نزولِ قباء	۴۹	آپ ﷺ کا معجزہ
۷۲	حضرت علیؓ کی ہجرت اور قیام	۵۰	قریش کا آپ ﷺ کو ہر قسم کی طمع دینا
۷۲	میں آپ ﷺ سے مل جانا	۵۲	صحابہؓ کے لئے ہجرت حبشہ کا حکم
۷۳	اسلامی تاریخ کی ابتداء	۵۳	نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی معرکتہ الاراء تقریر
۷۳	حضور ﷺ کا مدینہ میں داخل ہونا	۵۵	طفیل بن عمرؓ کا اسلام
۷۳	مسجد نبوی کی تعمیر	۵۶	ابوطالب کی وفات
۷۴	اسلام میں مشروعیتِ جہاد	۵۷	ہجرت طائف
۷۷	اشاعتِ اسلام کا اصلی سبب	۵۷	معراج
۷۸	اسلام کو اوسے نہیں پھیلا	۶۰	معراج پر قریش کی چشم دید شہادتیں
۸۱	یورپین تہذیب اور جہاد	۶۱	مدینہ طیبہ میں اسلام
۸۲	غزوات کی تاریخ وار فہرست	۶۳	سب سے پہلا مدرسہ مدینہ میں
۸۳	اہم غزوات و سرایا اور واقعات متفرقہ	۶۶	ہجرت مدینہ
۸۵	اسلام میں تحویلِ قبلہ	۶۹	سراقہ کا حیرت خیز واقعہ
۸۶	غزوہ بدر کا سبب	۷۹	سراقہ کی زبان سے آپ ﷺ کی
۸۷	صحابہؓ کی جان نثاری		
۸۸	غیبی اعداد		

سیرت خاتم الانبیاء

کے متعلق بزرگان دین کی رائیں

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
کے ایک مکتوب سے اقتباسات

از اشرف علی مہدی مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا رسالہ مع محبت نامہ پہنچا۔ جواب میں دیر اس لیے ہوئی کہ شروع کر کے چھوڑنے کو جی نہ چاہا اور فرصت ہوتی نہیں اس لئے جب دیکھ لیا اس وقت جواب لکھا۔ رسالہ دیکھ کر جس قدر خوشی ہوئی ہے اس کی حد تو کیا بیان کروں۔ بجائے حد بیان کرنے کے یہ دعا دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایسی ہی خوشی اس کی جزا سے آپ کو دے۔

بجائے تقریظ کے ان واقعات کا ذکر کروں جو رسالہ کے مطالعہ تفصیلہ کے وقت پیش آئے۔ جو بالکل سچے اور سادے ہیں۔ خواہ اسی کو تقریظ سمجھ لیا جائے۔ (۱)..... مضامین پڑھنے کے وقت بے تکلف ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر واقعہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور واقعات کا معائنہ کر رہا ہوں۔ اس کا سبب بیان کی بلاغت ہے۔

(۲)..... جب رسالہ ختم کر چکا ہوں واقعہ کا مرتب نقشہ ایسا مجتمع معلوم ہوتا تھا کہ میں خود اس کی کوشش کرتا تو اس درجہ کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔

(۳)..... اختصار کے ساتھ جامع اس قدر معلوم ہوتا کہ گویا کوئی واقعہ نظر سے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۲	حضور ﷺ کے آخری کلمات	۱۱۰	مسلمانوں کا سلوک
	آپ ﷺ کے اخلاق اور خصائل	۱۱۱	ابوسفیان کا اسلام
	آپ ﷺ کے معجزات	۱۱۳	ایک عظیم الشان معجزہ
	اسلامی اخلاق اور تہذیب و تمدن	۱۱۳	غزوہ طائف
	کنز تریں اصول کی چالیس حدیثیں	۱۱۳	غزوہ تبوک
	مع ترجمہ یعنی جوامع الکلم	۱۱۳	حضور ﷺ کا حجۃ الوداع ۱۰ھ
	تمت	۱۱۹	۱۱ھ سریہ اسامہ اور مرضی وفات
		۱۲۱	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت



مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن صاحب عثمانی کی رائے

بندہ نے کتاب مستطاب اوجز السیر الخیر البشر (سیرت خاتم الانبیاء مؤلف مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو من اولہ الی الآخرہ نہایت شوق سے محبت سے دیکھا اور اس کے مطالعہ سے محظوظ و مسرور ہوا۔ حق یہ ہے کہ اس موضوع میں یہ کتاب لا جواب ہے اور جامع احوال و اخلاق و مناقب و کمالات نبویہ ہونے کی وجہ سے ذخیرہ سعادت دنیویہ و اخرویہ ہے اور حاوی فضائل و خصائص خاتم الانبیاء و سید الاصفیاء ہونے کے سبب حرز جان بنانے کے قابل ہے۔ مؤلف نے نہایت فصاحت و بلاغت و ایجاز محمودہ سادگی و بے تکلفی کے ساتھ صحیح حالات و وقائع کو جمع کر دیا ہے اور مطالب عالیہ و مضامین دقیقہ کو مثل تعداد از دواج و مشروعیات جہاد وغیرہ کو بدلائل واضحہ عام فہم کر دیا ہے درحقیقت یہ کتاب آئینہ کمالات و عظمت ورافت و رحمت و جاہ و جلال حضرت سید الانس و الجن صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی محبت اضفاف و مضاعف ہو جاتی ہے۔ پس مشورہ احقر کا یہ ہے کہ اہل اسلام اس کی اشاعت میں پوری کوشش کریں اور کوئی گھر اور کوئی انجمن و مدارس اس سے خالی نہ ہوں۔

ایں سعادت نیست کہ حسرت بردہ راں

جو یائے تخت قیصر و ملک سکندری

حق تعالیٰ اپنے فضل و لطف سے مؤلف سلمہ کو جزائے خیر دارین عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول اور بند گان خاص کو اس سے نفع پہنچائے۔

کوئٹہ الاحقر: عزیز الرحمن الدیوبندی عثمانی

مفتی دارالعلوم دیوبند: ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۳۳ھ

او جھل نہیں ہوا۔

(۴)..... ہر واقعہ میں حضور اقدس ﷺ کی ایسی شان نظروں میں پھر جاتی ہے کہ پہلے سے بہت زیادہ حضور ﷺ کی محبت و عظمت قلب میں بڑھ گئی اور یہ سب کچھ اس تالیف کی برکت سے ہوا۔

(۵)..... اور ابھی بہت سے وجدانی امور ذوقاً مطالعہ سے پیدا ہوئے۔ ہاں ایک بات اور یاد آگئی کہ مؤلف سے محبت بڑھ گئی اور ایسے نظر آنے لگے کہ پہلے سے ایسا نہیں سمجھا تھا۔ خصوصاً عبارت کا انداز جس سے واقعات اصلی حالت پر جاندار نظر آتے تھے، نہ ایسا پرانا کہ جس کو اس وقت چھوڑنے کی رائے دی جاتی ہے اور نہ ایسا نیا جو حقیقت کو ملتیس کر دیتا ہے۔ بہر حال رسالہ ہر پہلو سے محبوب و دلکش اور اپنے مؤلف کے کمالات کا آئینہ ہے اس کو ختم کر کے جازم رائے دیتا ہوں کہ اس کے درس سے کسی کو خالی نہ چھوڑا جائے اور میرے مشورے سے جو اس رائے کو قبول کریں گے۔ ان سب سے پہلے میں مؤلف ہذا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی دس جلدوں کا ویلو میرے نام کر دیں۔ تاکہ میں اپنے خاندان کے بچوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لئے دوں۔ میں نے جو کچھ اس (کتاب) کے متعلق لکھا ہے اس میں ایک حرف تکلف ہے نہیں لکھا۔ اس سے زائد میرے مذاق کے خلاف ہے۔ اگر پسند ہو شائع کرنے کی اجازت ہے۔

والسلام

از تھانہ بھون ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

سیرت فاتمہ النبیا ﷺ
تحریرات کے بعد ہم جیسے ناکاروں کا کچھ بھی لکھنا منہ چڑانا اور سخت بے ادبی ہے۔

از حضرت مولانا سید اصغر حسین محدث دارالعلوم دیوبند

مولوی محمد شفیع میرے سامنے کے بچے ہیں مگر ان کا علم و فضل مجھے ان کو مولانا محمد شفیع کہنے پر مجبور کرتا ہے ان کی عربی و اردو تصانیف کی تعداد ایسی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ مجھ جیسے ضعیف پابرکاب بوڑھوں کو رشک آئے تو بجا ہے دونوں زبانوں میں سلامتِ زباں اور حسن بیان حق تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔ نئی روشنی اور جدید تمدن کے اثر نے جو بجا نظر فریب مگر مہلک غارِ ڈال دیئے ہیں۔ لوگوں کو ان سے بچانے کی فکر کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔

اپنی تازہ تالیف پر مجھ سے کچھ لکھنے کی خواہش کرتے ہیں۔

ضرورتِ زمانہ اور اسلامی تعلیم کے لئے یہ کتاب نہایت مناسب اور مفید ہے اختصار تو ہونا ہی چاہیے تھا کیونکہ نام ہی اوجز السیر (یعنی نہایت مختصر سوانح عمری) ہے۔ مگر اس اختصار ہی میں ضروری اور کارآمد باتیں بہت سی آگئی ہیں۔ اس قسم کی سہل اور مختصر تالیفات کے ذریعہ سے اسکول کے طالب علموں اور کاروباری مسلمانوں اور پردہ نشین بیبیوں کے قلوب میں جناب رسالت مآب کی عظمت و محبت بٹھلانے کے لئے سیر صالحہ اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کا شوق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو حسن قبول اور فاضل مؤلف کو جزائے حسن اور مزید توفیق عطا فرما کر ان کے علم و عمل میں ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

از مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری صدر المدرسین

دارالعلوم دیوبند

رسالہ اوجز السیر الخیر البشر (سیرت خاتم الانبیاء) مؤلفہ مولوی محمد شفیع علماء کی تقریرات اور تحسیصوں کے ساتھ ایک مرتبہ شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ اب مؤلف ممدوح نے دوسری دفعہ عمدہ اضافہ کے ساتھ طبع کیا ہے۔ جن حضرات کو مختصر سیرت نبی کریم ﷺ کی دیکھنی ہو وہ اس کا مطالعہ فرمائیں۔ اختصار کے ساتھ معتد علیہ اور مستند نقل بھی انشاء اللہ دستیاب ہو جائے گی۔ تبلیغ کے انجام دینے والے حضرات اور طلبہ مشکوٰۃ شریف بھی اس رسالہ کے محتاج ہیں۔ حق تعالیٰ مؤلف کو اجر جزیل دے آمین یا رب العالمین۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

مدرس دارالعلوم دیوبند

مجاہد فی سبیل اللہ مولانا سید حسین احمد مدنی

آپ نے سہٹ سے ایک مکتوب گرامی کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ کے رسالہ (سیرت خاتم الانبیاء) کے پہلے ہی ایڈیشن کو حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں اور نہایت موزوں پا کر نصاب میں داخل کر چکا ہوں۔ عنقریب اس کے متعلق ایک جلسہ کمرلاء میں منعقد ہوگا اور یہ نصاب انشاء اللہ تمام صوبہ بنگال و آسام کے قومی مدارس کے لئے معمول بنے ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم اور دیگر بزرگوں کی

سیرت النبیؐ

مقدمہ

اما بعد، سرور کائنات فخر موجودات روح دو عالم رسول اکرم ﷺ کی سیر (سوانح عمری) پڑھنے، پڑھانے کی ضرورت محتاج بیان نہیں، یہی وجہ ہے کہ امت میں جب سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ آج تک ہر قرن ہر زمانہ کے علماء اپنے اپنے انداز اور اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی سیرتیں لکھیں، اور اس غیر منقطع سلسلہ میں خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی غیر محصور کتابیں زیر تصنیف آچکی ہیں۔ اور کتنی آنے والی ہیں۔

نہ من برآں گل عارض غزل سرایم و بس

کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزاران اند

مسلمانوں سے بڑھ کر سینکڑوں کی تعداد میں کفار نے آپ ﷺ کی سیرتیں لکھی ہیں۔ یورپین مورخین نے اس میں بڑا حصہ لیا جن میں بیس تیس تو ہمیں معلوم ہیں لیکن ان لوگوں نے عام طور پر واقعات کے بیان میں شدید تعصب سے کام لیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کے مطالعہ سے اجتناب کرنا چاہئے۔

الغرض بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں آج تک کسی انسان کی سیرت کا اتنا اہتمام نہیں کیا گیا۔ ایک یورپین سیرت نگار لکھتا ہے۔

محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے۔ (از سیرت النبی ﷺ)

انتساب

مصطفین کا معمول ہے کہ اپنی تصنیفات کسی اپنے صاحب اقتدار مربی کی خدمت میں تحصیل برکت و اظہار عقیدت کے لئے بطور نذر پیش کرتے ہیں، یہ ناکارہ خلایق اس تحفہ گدائی اور نوائے بے نوائی کو سید الاولین والآخرین فخر بنی آدم ﷺ کی بارگاہ جلالت پناہ میں پیش کر کے عرض کرتا ہے۔

وجئنا ببضاعة مزجاة فاوف لنا الكيل و
تصدق علينا ان الله يجزي المتصدقين ہ
بضاعت نیاوردہ الامید

اخرج الناس الى الشفيع الرفيع

محمد شفیع الدیوبندی غفرلہ ولوالدیہ ۱۳۴۱ ہجری

(۲)..... اختصار کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ جامعیت ہاتھ سے نہ جائے اور بحمد اللہ تقریباً تمام ضروری واقعات اس رسالہ میں لیے گئے ہیں۔

(۳)..... مسائل جہاد، تعداد ازواج وغیرہ پر جو مخالفین کے اوہام ہیں ان کے بھی موٹے موٹے ثنائی جوابات درج کئے گئے۔

رسالہ کا ماخذ

کلی معتبر اور مستند کتابیں ہیں جن کے حوالے بھی ہر موقع پر بقید صفحات لکھ دیئے گئے ہیں جن میں سے بعض نام درج ذیل ہیں۔

- (۱) مشکوٰۃ (۲) صحاح ستہ مع شروح (۳) کنز العمال (۴) خصائص کبریٰ للسیوطی (۵) مواہب لدنیہ (۶) سیرت مغلطائی (۷) سیرت ابن ہشام (۸) شفاء قاضی عیاض مع شرح خفاجی (۹) سیرت حلبیہ (۱۰) زاد المعاد از علامہ ابن قیم (۱۱) تاریخ ابن عساکر (۱۲) سرور المحررون از حضرت شہاد ولی اللہ (۱۳) از شیخ بن فارس (۱۴) انشراح الطیب۔ مصنفہ حکیم الامت حضرت اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ وغیرہ وغیرہ۔

خدا تعالیٰ کا ہزاراں ہزار شکر ہے کہ اس نے ناچیز سنی کو قبولیت عطا فرمائی اور سب سے پہلے سیدی و مرشدی حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اس کو پسند فرما کر خانقاہ امدادیہ کے نصاب درس میں داخل فرمایا اور اپنے رسالہ تہمت و وصیت میں اس کا اعلان فرماتے ہوئے دوسروں کو بھی اس طرف رغبت دلائی۔

۱۔ یہ آج سے تقریباً پچیس تیس سال پہلے کا ذکر ہے۔ اب تو خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان پاکستان کے بہت سے مدارس اور اسکولوں میں داخل نصاب ہو چکی ہے اور مجموعی طور پر لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ بشر۔

اردو زبان میں بھی قدیم و جدید بہت سی سیرتیں موجود ہیں۔ جو اہل ہند کی طرف سے اس فریضہ کو ادا کر چکی ہیں۔ لیکن میری نگاہ عرصہ سے ایسی مختصر سیرت کو ڈھونڈ رہی تھی جس کو ہر کاروباری مسلمان مرد و عورت دو تین مجلسوں میں ختم کر کے اپنا ایمان تازہ کر سکے۔ اور اسوۂ نبویہ کو اپنا رہنما بنا سکے اور جو اسلامی انجمنوں اور مدارس کے ابتدائی نصاب میں درج ہو سکے اور جس میں اختصار کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کا اجمالی نقشہ اپنے اصلی رنگ میں مکمل طور سے روایت میں احتیاط کو مد نظر رکھ کر پیش کر دیا گیا ہو۔ مگر ایسا کوئی رسالہ اردو زبان میں میری نگاہ سے نہ گذرا، اسی عرصہ میں بعض احباب شملہ نے اپنی اسلامی انجمن کے لئے ایسے رسالہ کی ضرورت محسوس کر کے احقر سے فرمائش کی تو باوجود اپنی کم علمی اور پھر اس کے ساتھ مشاغل تعلیم و تعلم کے اس خیال سے قلم اٹھایا کہ جس وقت سید الکونین ﷺ کے سیرت نگاروں کے نام پیش ہوں، شاید کسی گوشہ میں اس سب کا رکا نام بھی آجائے۔

بلبل ہمیں کہ کافیہ گل شود بس ست

اس لئے بنام خدا اس رسالہ کو شروع کیا اور امور ذیل کا التزام کرتے ہوئے سیرت کی معتبر کتابوں کا لب لباب اس میں پیش کر دیا۔

(۱)..... اس کا خاص لحاظ رکھا گیا کہ رسالہ طویل نہ ہو جائے اور اسی وجہ سے ملک عرب کے جغرافیائی حالات اور عجم و عرب کی حالت قبل از اسلام وغیرہ جو سیرت کا جزو سمجھے جاتے ہیں اور ایک حد تک مفید بھی ہیں ان سے قطع نظر کر کے صرف ان حالات پر اکتفا کرنا پڑا جو خاص آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق ہیں اور اسی اختصار کی وجہ سے اس کا نام 'اوجز السیر الخیر البشر' بھی رکھا گیا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

آنحضرت ﷺ کا نسب شریف

نبی کریم ﷺ کا نسب مطہر تمام دنیا سے زیادہ شریف ۵ اور پاک ہے اور یہ وہ بات ہے کہ تمام کفار مکہ اور آپ کے دشمن بھی اس سے انکار نہ کر سکے۔ ابوسفیان ؑ نے بحالت کفر شاہ روم کے مہمانے اس کا اقرار کیا۔ حالانکہ وہ اس وقت چاہتے تھے کہ اگر کوئی گنجائش ملے تو آپ پر عیب لگائیں۔

آپ کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ، بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہاں تک سلسلہ نسب اجماع امت ثابت ہے اور یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام تک اختلاف ہے اس لئے اس کو ترک کیا جاتا ہے۔

..... دلائل ابو نعیم میں مرفوعاً روایت ہے جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے مشرق و مغرب میں پھرا مگر نبی ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں دیکھا۔

چنانچہ صرف تین ماہ میں پنجاب، ہندوستان، بنگال کے سو سے زائد مدارس
اور اسلامی انجمنوں کے نصاب میں داخل کر لیا گیا۔ حال میں جناب مہتمم صاحب
مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے اطلاع دی ہے کہ ان کی مجلس شوریٰ نے بھی اس
کو ابتدائی نصاب میں داخل کر لیا ہے۔

والحمد للہ اولہ و آخرہ۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۲۸ رذو الحجہ ۱۳۳۲ھ

آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت

اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں اس سال ہوئی جس میں اصحاب ؑ قبل نے بیت اللہ پر حملہ کیا اور خداوند عالم نے ان کو ابابیل یعنی چند حقیر جانوروں کی ٹکڑیوں کے ذریعہ شکست دی جس کا اجمالی واقعہ قرآن عزیز میں بھی موجود ہے اور درحقیقت واقعہ قبل بھی آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کی برکات کا مقدمہ تھا، جائے ولادت وہ مکان ہے جو بعد میں حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ آیا تھا۔ ؑ

بعض ؑ مؤرخین نے لکھا ہے کہ واقعہ قبل ۲۰ اپریل ۵۷۰ء میں ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ سو اکتھتر سال بعد میں ہوئی۔

امام ؑ حدیث ابن عساکر نے دنیا کی مجمل تاریخ اس طرح لکھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار دو سو برس کا فاصلہ ہوا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام تک ایک ہزار ایک سو پچاس سال کا، اور ابراہیم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک پانچ سو پینسٹھ برس کا، اور موسیٰ علیہ السلام سے داؤد علیہ السلام تک پانچ سو بہتر اور داؤد علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک ایک ہزار تین سو چھپن اور عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کے درمیان چھ سو برس کا فاصلہ گزرا ہے، اس حساب سے ہمارے رسول مقبول ﷺ تک پانچ ہزار میں سال ہوئے اور

①..... یمن کے بادشاہ نے انہیں کی فرج لے کر بیت اللہ پر حالی کی تھی، ان لوگوں کا مصاب لیل کہا جاتا ہے۔

②..... سیرت ملاطائی ص ۱۲۵۔

③..... دروس تاریخ اسلامی، صفحہ ۱۲، الخطی ۱۲۔

④..... اس تفصیل کے متعلق اور بھی مختلف اقوال ہیں۔ لیکن ابن عساکر نے اس کو صحیح فرمایا ہے۔ (مجلد ۱)۔

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب یہ ہے محمد بن آمنہ بنت وہب
عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب۔ اس سے معلوم ہوا کہ کلاب بن مرہ میں آپ
کے والدین کا نسب جمع ہو جاتا ہے۔

ولادت سے پہلے آپ ﷺ کی برکات کا ظہور

جس طرح آفتاب سے پہلے صبح صادق کی عالمگیر روشنی اور پھر شفق سرخ دنیا
کو طلوع آفتاب کی بشارت دیتے ہیں اس طرح جب آفتاب نبوت کا طلوع
قریب ہوا تو اطراف عالم میں بہت سے ایسے واقعات ظاہر کئے گئے جو آپ ﷺ
کی تشریف آوری کی خبر دیتے تھے جن کو محدثین و مؤرخین کی اصطلاح میں
ارہاصات کہا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جب آپ ان کے بطن میں
بصورت حمل مستقر ہوئے تو انہیں خواب میں بشارت دی گئی کہ وہ بچہ جو تمہارے
حمل میں ہے اس امت کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو تم یوں دعا کرنا۔ میں
ان کو ایک خدا کی پناہ میں دیتی ہوں ان کا نام محمد رکھنا۔ (سیرت ابن ہشام)

اور فرماتی ہیں کہ آپ کے حمل رہنے کے بعد میں ایک نور دیکھا جس سے شہر
بصری علاقہ شام کے محلات ان کے سامنے آ گئے۔ (ابن ہشام)

اور فرماتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کو کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ
سہل اور سبک ہو یعنی ایام حمل میں جو تکلی یا سستی وغیرہ عموماً عورتوں کو رہتی ہیں وہ
کچھ مجھے پیش نہیں آئیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے واقعات رونما ہوئے جن
کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔

سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ آپ زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو دونوں ہاتھوں پر سہارے دیئے ہوئے تھے، پھر آپ نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف دیکھا۔ (سواہب لدنی)

آپ ﷺ کے والد ماجد کی وفات

آنحضرت ﷺ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپ کے والد ماجد عبد اللہ کو ان کے والد عبد المطلب نے حکم کیا کہ مدینہ طیبہ سے کھجوریں لائیں، عبد اللہ آپ کو بصورت ۱ حمل چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ اتفاقاً وہیں ان کی وفات ہو گئی اور والد کا سایہ پیدائش سے پہلے ہی سر سے اٹھ گیا۔ (سیرت مغلطائی ص ۷۷)

زمانہ رضاعت اور زمانہ طفولیت

سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے اور چند روز کے بعد ابو لہب کی کنیز ثویبہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد یہ دولت خدا داد حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو نصیب ہوئی۔ (مغلطائی)

شرفائے عرب کی عام عادت تھی کہ بچوں کو دودھ پلانے کے لئے گرد و جوار کے دیہات میں بھیج دیتے تھے جس سے بچوں کی جسمانی صحت بھی اچھی ہو جاتی تھی اور وہ خالص عربی بھی سیکھ جاتے تھے اور اسی لیے گاؤں کی عورتیں اکثر شہروں میں شیر خوار بچے لینے کے لئے جایا کرتی تھیں۔

۱..... ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت کے بعد ہوا ہے جب کہ آپ کی عمر سات مہینے کی تھی لیکن زوالہ العاد میں ابن قیم نے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے۔ ۲..... زوالہ العاد ص ۸۸ جلد ۱

۳..... جمال الفاضل ابن حجر مہذا ابن حبان والحاکم کذا فی المواہب (نشر الطیب)۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مشہور قول کے مطابق چالیس کم ایک ہزار سال ہوئی ہے اس لیے آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے سے تقریباً چھ ہزار سال بعد یعنی ساتویں ہزار سال میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ رونق افروز ہوئے۔

(تاریخ ابن عساکر محمد بن اسحاق، ص ۱۹، ۲۰ جلد ۱)

الغرض جس سال اصحاب قبل کا حملہ ہوا، اس کے ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ ۱۰ روز دوشنبہ دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد، لیل و نہار کے انقلاب کی اصلی غرض، آدم اور اولاد آدم کا فخر، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور موسیٰ و عیسیٰ کی پیشگوئیوں کا مصداق، یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افروز عالم ہوتے ہیں۔

ادھر دنیا کے بت کدہ میں آفتاب نبوت کا ظہور ہوتا ہے۔ ادھر ملک فارس کے کسریٰ کے محل میں زلزلہ آتا ہے اس کے چودہ کنکرے گر جاتے ہیں۔ بحیرہ سادہ (ملک فارس کا ایک دریا) دفعہ خشک ہو جاتا ہے۔ فارس کے آتشکدہ کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی خود بخود سرد ہو جاتی ہے۔ (سیر مغلطائی صفحہ ۵)

اور یہ درحقیقت آتش پرستی اور ہر گمراہی کے خاتمہ کا اعلان اور فارس و روم کی سلطنتوں کے زوال کی طرف اشارہ ہے۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ولادت کے وقت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے لپٹن

۱..... اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں، دوسری، آفوسی، دسویں، بارہویں، حافظہ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار فرمایا کہ دوسرے اقوال کو مروج قرار دیا ہے۔ مگر مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے یہاں تک کہ ابن المبرار نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کو کمال ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے مورخ محمود پاشا کی مصری نے جولویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف ہے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطلع ایسا احتیاط نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بناء پر کی جائے۔ ۱۲

۲..... کذا فی المعاصی

اب تو میرا شوہر بھی کہنے لگا کہ حلیمہ تم تو بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو میں نے کہا کہ مجھے بھی یہی توقع ہے کہ یہ نہایت مبارک لڑکا ہے اس کے بعد ہم مکہ سے روانہ ہوئے۔ میں آپ ﷺ کو گود میں لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی۔

مگر اس مرتبہ خدا کی قدرت کا یہ تماشا دکھتی ہوں کہ اب وہ اتنا تیز چلتا ہے کہ کسی کی سواری اس کی گردنوں پر پہنچتی، میری ہمارا ہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ یہ وہی ہے جس پر تم آئی تھیں؟

الغرض راستہ قطع ہوا۔ ہم گھر پہنچے، وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا تمام دودھ کے جانور دودھ سے خالی تھے۔

لیکن میرا گھر میں داخل ہونا تھا، اور میری بکریوں کا دودھ سے بھرنا، اب روز میری بکریاں دودھ سے بھری آتی ہیں اور کسی کو ایک قطرہ بھی نہیں ملتا۔ میری قوم کے لوگوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اپنے جانور اسی جگہ چرواؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں مگر وہاں تو چرواہے اور جنگل کی خصوصیت نہ تھی بلکہ کسی اور ہی محل کی خاطر منظور تھی، اس کو وہ لوگ کہاں سے لاتے۔ چنانچہ ایک ہی جگہ چرنے کے بعد بھی ان کے جانور دودھ سے خالی اور میری بکریاں بھری ہوئی آتی تھیں۔ اسی طرح ہم برابر آپ ﷺ کی برکات کا مشاہدہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ ﷺ کا دودھ چھڑا دیا۔ (الصلوات)

آپ ﷺ کا سب سے پہلا کلام

حلیمہ کا بیان ہے کہ جس وقت آپ کا دودھ چھڑایا تو یہ کلمات آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہوئے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا وَسُبْحَانَ

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ میں (حلاف) سے بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال قحط تھا، میری گود میں ایک بچہ تھا (مگر فقر و فاقہ کی وجہ سے) اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے، رات بھر وہ بھوک سے تر پتا تھا۔ اور ہم اس کی وجہ سے بیٹھ کر رات گزارتے تھے، ایک اونٹنی بھی ہمارے پاس تھی مگر اس کے بھی دودھ نہ تھا۔

مکہ کے سفر میں جس دراز گوش پر سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہم اہی بھی اس سے تنگ آ رہے تھے۔ بالآخر مشکل سے یہ سفر طے ہوا۔ مکہ پہنچے تو رسول اللہ کو جو عورت دیکھتی تھی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں تو کوئی قبول نہ کرتی۔ کیونکہ زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہ تھی) ادھر حلیمہ کی قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا، ان کے دودھ کی کمی ان کے لئے رحمت بن گئی کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا مگوارہ نہ کیا۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ خالی ہاتھ واپس ہوں۔ خالی سے بہتر ہے کہ اس یتیم کو لے چلوں شوہر نے منظور کیا اور یہ اس در یتیم کو لے آئیں جس سے آمنہ اور حلیمہ کے گھر نہیں بلکہ مشرق و مغرب میں اجالا ہونے والا تھا۔

خدا کا فضل تھا کہ حلیمہ کی قسمت جاگی اور سرور کائنات ﷺ ان کی گود میں آ گئے۔ فرد و گاہ پر لا کر دودھ پلانے بیٹھی تو برکات کا ظہور شروع ہو گیا۔ اس قدر دودھ اتر ا کہ آپ نے بھی اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر پیا اور آرام سے سو گئے۔ ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے لبریز تھے، میرے شوہر نے اس کا دودھ نکالا اور ہم سب نے سیر ہو کر پیا۔ اور رات بھر آرام سے گزاری، مدتوں بعد یہ پہلی رات تھی کہ ہم اطمینان کے ساتھ نیند بھر کر سوئے۔

کاہن کے پاس لے گئی۔ وہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا، اور آپ ﷺ کو اپنے سینہ پر اٹھالیا، اور چلانا شروع کیا کہ اے آل عرب دوڑو، جو بلا تم پر عفریہ پہنچنے والی تھی اس کو دفع کرو۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اس لڑکے کو قتل کر دو اور مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دو اور اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو یاد رکھو کہ تمہارے دین کو مٹا دے گا اور ایسے مذہب کی طرف تمہیں دعوت دے گا جو تم نے اب تک کبھی نہیں سنا۔

حلیہ یہ سن کر جھنجھلا اٹھی اور آپ کو اس بد بخت کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کہا کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے، تجھے خود اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہئے۔ حلیہ آپ ﷺ کو لے کر گھر آگئیں لیکن اس دوسرے واقعہ نے ان کو اس پر آمادہ کر دیا کہ آپ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیں کیونکہ کما حقہ تحفظ نہ کر سکتی تھیں۔

(ماخوذ شواہد النبۃ لولانا الجامیٰ خصائص کبریٰ ص ۵۵ ج ۱)

جب مکہ پہنچ کر آپ کو آپ کی والدہ شریفہ کے سپرد کیا تو انہوں نے حلیہ سے پوچھا کہ باوجود خواہش کر کے واپس لے جانے کے اس قدر جلد واپس لے آنے کی کیا وجہ ہے؟ اصرار کے بعد حلیہ کو تمام واقعہ عرض کر دینا پڑا۔ انہوں نے سن کر فرمایا بے شک میرے بیٹے کی ایک خاص نشانی ہے اور پھر ایام حمل اور وقت ولادت کے حیرت انگیز واقعات سنائے۔ (ابن ہشام ص ۹)

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات

جب آپ ﷺ کی عمر شریف چار یا پانچ برس کی ہوئی تو مدینہ سے واپس ہوتے ہوئے بمقام ابواء آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے بھی دنیا سے رحلت فرمائی۔ (مسلطانی ص ۱۰)

①..... اسلام سے پہلے کچھ لوگ جنات و شیاطین کے ذریعہ آسمانی خبریں اور چھپی ہوئی باتیں معلوم کر کے غیب دانی کے مدعی ہوتے تھے ان کو کاہن کہا جاتا ہے۔

اللَّهُ بِكْرَةً وَأَصِيلًا :

یہ آپ ﷺ کا سب سے پہلا کلام تھا۔

(اخرجہ الکلبی عن عباس رضی اللہ عنہما کذا فی الخصائص ص ۵۵ ج ۱)

آپ ﷺ کا نشو و نما اور سب بچوں سے اچھا تھا کہ دو سال ہی میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے۔ اب ہم حسب قاعدہ آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ ﷺ کی برکات کی وجہ سے آپ ﷺ کو چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اتفاقاً اس سال مکہ میں طاعون پھیل رہا تھا۔ ہم و باء کا بہانہ کر کے پھر آپ ﷺ کو ساتھ واپس لے آئے۔ آپ ﷺ ہمارے پاس رہے باہر نکلتے اور لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے مگر خود علیحدہ رہتے تھے، ایک روز مجھ سے فرمانے لگے کہ میرے دوسرے بھائی دن بھر نظر نہیں آتے، وہ کہاں رہتے ہیں میں نے کہا بکریاں چرانے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ان کے ساتھ بھیجا کرو ۱۰ اور اس کے بعد اپنے رضائی بھائی (عبداللہ) کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ (خصائص ص ۱ ج ۱)

ایک مرتبہ دونوں مواشی میں پھر رہے تھے کہ عبداللہ دوڑتے اور ہانپتے ہوئے گھر پہنچے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سپید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کر دیا۔ میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ ہم دونوں گھبرائے ہوئے جنگل کو دوڑے دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے، میں نے پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور پیٹ چاک کر کے اس میں سے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کو گھر لائے ۱۱، اس کے بعد میں آپ ﷺ کو ایک

۱۰..... مجھ کے زمانہ میں رابعہ مساوات کا لقب دیا ہے کہ جب میرا بھائی کام کرتا ہے تو میں کیوں نہ کروں ۱۲ منہ۔

۱۱..... سیرت ابن ہشام، حاشیہ زاد العاد (اس ۸۰۹ لکھتے ص ۱۲۸۹ منہ)۔

کہا اگر تم اس کو شام لے گئے تو اس کو یہود قتل کر ڈالیں گے۔ کیونکہ یہ خدا کا نبی ہے جو یہود کے دین کو منسوخ کرے گا، میں اس کی صفات اپنی آسمانی کتاب میں پاتا ہوں۔

(فائدہ) بحیراراہب چونکہ تورات کا عالم تھا۔ اور تورات میں آنحضرت ﷺ کا پورا حلیہ مذکور تھا، اس لئے اس نے دیکھ کر آپ کو پہچان لیا کہ یہ وہی خاتم الانبیاء ہیں جو تورات کو منسوخ اور احبار یہود کی حکومت کا خاتمہ کریں گے، ابوطالب کو بحیرا کے کہنے سے خطرہ پیدا ہوا اور آنحضرت ﷺ کو مکہ معظمہ واپس کر دیا۔ (مقطعات ص ۱۰)

دوبارہ سفر شام بغرض تجارت

مکہ معظمہ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا اس وقت ایک مالدار عورت تھیں اور ساتھ ہی نہایت غفلت مند اور تجربہ کار، جن لوگوں کو ہوشیار اور معتبر سمجھتیں، ان کو اپنا مال سپرد کر دیتیں کہ فلاں جگہ جا کر فروخت کر آؤ۔ اس قدر تم کو بھی دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اگرچہ اس وقت تک ظہور نہ ہوا تھا لیکن آپ ﷺ کی دیانت و امانت کا تمام مکہ والوں میں بڑا شہرہ تھا اور ہر ایک کو آپ ﷺ کے برگزیدہ اور پاک اخلاق کا اعتبار تھا۔ آپ ﷺ امین کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ شہرت اور بزرگی خدیجہ پر پوشیدہ نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے چاہا کہ اپنی تجارت کو آپ ﷺ کے سپرد کر کے آپ کی دیانت داری سے نفع اٹھائیں۔

رسول اللہ ﷺ سے کہلا بھیجا کہ اگر ہماری تجارت کا مال شام کو لے جائیں تو ہم اپنا ایک غلام آپ کی خدمت کے لئے ہمراہ کر دیں اور دوسرے لوگوں کو نفع میں سے جو حصہ دیا جاتا ہے اس سے زیادہ آپ کی خدمت کریں، آپ کی ذات

بچپن کا زمانہ چھ سال کی عمر ہے، والد کا سایہ تو پہلے ہی اٹھ چکا ہے۔ والدہ کی آغوش شفقت کا بھی خاتمہ ہوا۔ لیکن یہ یتیم جس آغوشِ رحمت میں پرورش پانے والا ہے۔ وہ ان اسباب سے بے نیاز ہے۔

عبدالمطلب کی وفات

والدین کی بعد آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس رہے لیکن خداوند قدوس کو دکھانا تھا کہ یہ نونہال محض آغوشِ رحمت میں پرورش پانے والا ہے۔ مسبب الاسباب اس کی تربیت کا خود کفیل ہو چکا ہے جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ برس دو مہینہ دس دن کی ہوئی تو عبدالمطلب بھی دنیا سے رحلت فرما گئے۔

آپ ﷺ کا سفرِ شام

اس کے بعد آپ ﷺ کے حقیقی چچا ابوطالب آپ ﷺ کے دلی ہوئے ان کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی عمر شریف بارہ برس دو مہینہ کی ہوئی تو ابوطالب نے تجارت کے لئے ملکِ شام کے سفر کا ارادہ کیا آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر شام کی طرف چلے راستہ میں مقامِ تیماء میں اقامت فرمائی۔

آپ ﷺ کے متعلق یہود کے ایک بڑے عالم کی پیشین گوئی

آپ ﷺ مقامِ تیماء میں مقیم تھے کہ اتفاقاً یہود کے ایک بڑے عالم جن کو بحیرا راہب کہا جاتا تھا آپ ﷺ کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر ابوطالب سے خطاب کیا کہ یہ لڑکا جو آپ کے ساتھ ہے کون ہے۔ ابوطالب نے کہا۔ میرا بھتیجا ہے۔ بحیرا نے کہا کیا آپ اس پر مہربان ہیں۔ اور اس کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ ابوطالب نے کہا: بے شک! یہ سن کر بحیرا نے خدا کی قسم کھائی اور

نکاح میں ابو طالب اور بنو ہاشم اور رؤسائے مضرب جمع ہوئے ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا، اس خطبہ میں ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کے متعلق جو الفاظ کہے ہیں وہ سننے کے قابل ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:-

”یہ محمد بن عبد اللہ ہیں، جو اگرچہ مال میں کم ہیں۔ لیکن شریفانہ اخلاق اور کمالات کی وجہ سے جس شخص کو آپ ﷺ کے مقابلہ میں رکھا جائے آپ اس سے زیادہ عالی مرتبہ ٹکلیں گے، کیونکہ مال ایک زائل ہو جانے والا سایہ اور لوٹنے والی چیز ہے اور یہ محمد جن کی قرابت کو تم سب جانتے ہو۔ خدیجہ بنت خولہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اور ان کا کل مہر مہجمل اور مہجمل میرے مال سے ہے اور خدا کی قسم اس کے بعد ان کی بڑی عزت اور عظمت ہونے والی ہے۔“

ابو طالب کے یہ الفاظ آپ کی شان میں اس وقت ہیں جب کہ اکیس سال کی عمر میں ہیں اور ابھی ظاہری طور سے نبوت بھی عطا نہیں ہوئی پھر اس پر یہ طرہ کہ ابو طالب اپنے اسی قدیم مذہب پر ہیں جس کو مٹانے کے لئے آنحضرت ﷺ کی تمام زندگی وقف ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ حق بات چھپائی نہیں جاسکتی۔

الغرض حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہو گیا، وہ آپ کی خدمت میں چوبیس سال رہیں، کچھ مدت نزول وحی سے پہلے، اور کچھ مدت نزول وحی کے بعد۔

آپ ﷺ کی اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے دو فرزند اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ فرزند ارجمند قاسم علیہ السلام اور طاہر علیہ السلام تھے، قاسم علیہ السلام کے نام سے ہی

مبارک چونکہ بلند ہمت اور وسیع الخیال ہستی واقع ہوئی تھی، فوراً اس بعید سفر کے لئے تیار ہو گئے اور خدیجہ کے غلام میسرہ کو ساتھ لے کر ۱۶ ذی الحجہ کو شام کی طرف روانہ ہو گئے وہاں اس مال کو نہایت عقلمندی سے بہت زیادہ نفع کے ساتھ فروخت کر دیا اور شام سے دوسرا مال خرید کر واپس ہوئے۔ مکہ معظمہ میں لا کر خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مال سپرد کر دیا۔ اس کو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہاں بیچا تو دو چند کے قریب نفع ہوا۔

شام کے راستہ میں جب آپ ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے ایک راہب نسطور نامی نے آپ ﷺ کو دیکھا اور نبی آخر الزماں کی جو علامتیں پہلی کتابوں میں لکھی تھیں۔ آپ میں دیکھ کر پہچان گیا۔ راہب میسرہ کو جانتا تھا اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ یہ کون شخص ہیں، اس نے کہا کہ مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں، قریش میں کے ایک شریف نوجوان ہیں اس نے کہا کہ یہ نبی ہوں گے۔
(از مغلطائی ص ۲۲ والصلوات)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک عقلمند فہمیدہ عورت تھیں۔ آپ کی شرافت اور محیر العقول اخلاق کو دیکھ کر ان کو ایک سچا اعتقاد اور خالص انس ہو گیا۔ جس سے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود ارادہ کیا کہ آپ ﷺ منظور فرمادیں تو آپ ہی سے نکاح کر لیں۔

جب آنحضرت ﷺ کی عمر اکیس ۱ سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح مقرر ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت چالیس اور بعض روایات کی رو سے پینتالیس سال تھی۔ (مغلطائی)

چکی مینا اور گھر کے سب کا روبرو اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں دونوں جہاں کے سردار کی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی کا نکاح جمہیز اور مہر یہ ہے اور ان کی فقیرانہ زندگی کا نقشہ یہ ہے، کیا اس کو دیکھ کر بھی وہ عورتیں نہ شرمانیں گی جو بیاہ شادی کی رسموں میں دین و دنیا کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

اس میں خداوند تعالیٰ کی کوئی بڑی حکمت تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی پسری اولاد زندہ نہ رہی۔ صرف دختری اولاد سے آپ کی نسل دنیا میں پھیلی، لیکن بیٹیوں میں بھی حضرت فاطمہؑ کی اولاد باقی رہی ہے۔ دوسری صاحبزادیوں میں بعض کے اولاد ہی نہیں ہوئی، بعض کی زندہ نہ رہی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص ابن الربیع سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو تھوڑی عمر میں انتقال کر گیا اور ایک لڑکی (امامہ) پیدا ہوئیں جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد نکاح کیا، لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں آئیں، اور ہجرت حبشہ میں آپؐ کے ساتھ رہیں۔ ۲ھ میں غزوہ بدر سے واپسی کے وقت لا اولاد دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

ان کے بعد ۳ھ ان کی دوسری بہن ام کلثوم کا نکاح بھی رسول اللہ ﷺ نے ان ہی سے کر دیا اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کا لقب ذی النورین ہوا۔ ۹ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوئی تیسری لڑکی اور ہوتی تو اس کو بھی اس کے نکاح میں دے دیتا۔ (سیرت مغلطائی ص ۱۶-۱۷)

عورتیں یاد رکھیں۔ سیرت کی معتبر روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمانؓ سے ناراض ہو کر آنحضرت ﷺ سے شکایت

آپ ﷺ کی کنیت 'ابوالقاسم' مشہور ہے اور طاہر رحمہ اللہ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبد اللہ تھا۔ چار صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ، زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ تھیں۔ حضرت زینبؓ آپ ﷺ کی اولاد میں سب سے بڑی تھیں۔ رضی اللہ عنہن وعنہ اجمعین ؓ

یہ سب اولاد حضرت خدیجہؓ کے لطن سے تھی۔ البتہ آپ ﷺ کے تیسرے صاحبزادے جن کا نام ابراہیم رحمہ اللہ تھا صرف وہ ماریہ قبطیہؓ سے تھے، آپ ﷺ کے یہ تینوں فرزند بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ البتہ حضرت قاسم رحمہ اللہ کے متعلق بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ سواری پر سوار ہو جائیں۔

آپ ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا باجماع امت تمام صاحبزادیوں میں افضل تھیں نبی اکرم ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ ان کا نکاح پندرہ برس ساڑھے پانچ ماہ کی عمر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا، چار سو اسی درہم مہر مقرر کیا گیا۔

اس سیدۃ النساء کا جہیز کیا تھا۔ ایک چادر، ایک ٹکیہ جس میں کھجور کے درخت کا گودا بھرا ہوا تھا، ایک چمڑے کا گدھا، ایک بان کی چار پائی، ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، دو مشکیزے اور ایک جلی۔ (طبقات ابن سعد وغیرہ)

- ① زاد المعاد میں ہے کہ آپ ﷺ کا اصلی نام عبد اللہ تھا اور طیب و طاہر دونوں آپ کے لقب تھے۔
- ② حافظ ابن قیم نے اس میں مختلف اقوال لکھے ہیں۔ بعض حضرات زینبؓ کو اور بعض رقیہؓ اور بعض ام کلثومؓ کو سب سے بڑی کہتے ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے کہ رقیہؓ سب سے بڑی تھیں اور ام کلثومؓ سب سے چھوٹی۔ ۱۲ زاد المعاد ص ۲۵ جلد ۱۔

ﷺ سے ان کا نکاح ہوا۔ اور ہجرت کے سال نو برس کی عمر میں رخصت ہوئیں اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا کی عمر صرف ۱۸ سال کی تھی، نبی کریم ﷺ کی اس نو سالہ مصاحبت سے آپ پر کیا رنگ چڑھا اور کیا حاصل ہوا، اس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں جب کسی مسئلہ میں شک ہوتا تھا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا علم پاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اجلہ صحابہ آپ کے شاگرد ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ پہلے انیس بن حذافہ کے نکاح میں تھیں ان کے بعد ہجرت سے دوسرے یا تیسرے برس آپ ﷺ سے نکاح ہوا۔ (مغلطائی ص ۴۸)

حضرت زینب بنت حزیمہ ہلالہ رضی اللہ عنہا

ام الماسکین کے نام سے معروف ہیں، پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں، اس نے طلاق دے دی، پھر اس کے بھائی عبیدہ رضی اللہ عنہ سے نکاح ہو گیا۔ جب یہ بھی غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تو ۳ھ میں غزوہ احد سے ایک ماہ پہلے آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ (سیرت مغلطائی ص ۴۵) اور صرف دو ماہ نکاح میں رہ کر وفات پا گئیں۔ (نثر الیب)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ابوسفیان کی بیٹی ہیں، پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، ان سے اولاد بھی ہوئی، یہ دونوں مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے، وہاں پہنچ کر عبداللہ بن جحش نصرانی ہو گیا اور حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے ایمان پر قائم رہیں، اس

کرنے آئیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ عورت اپنے خاوند کی شکایت کیا کرے، جاؤ اپنے گھر بیٹھو۔

یہ ہے لڑکیوں کی وہ تعلیم جس سے ان کی حیات دنیا و آخرت دونوں درست ہو سکتی ہیں۔ (اوجز اسیر لابن الفارس)

باقی ازواج مطہرات

حضور انور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا، ہجرت سے تین سال پہلے جب ان کی وفات ہو گئی اور آپ ﷺ کی عمر ۴۹ برس میں پہنچی تو اور خواتین بھی آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، عائشہ رضی اللہ عنہا، حفصہ رضی اللہ عنہا، زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا، زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، جویریہ رضی اللہ عنہا، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، صفیہ رضی اللہ عنہا، میمونہ رضی اللہ عنہا، یہ گیارہ ہیں جن میں دو سامنے وفات پا گئیں اور نو آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں اور بہ اجماع امت صرف آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی۔ امت کے لئے چار سے زائد عورتیں ایک وقت میں بصورت نکاح جمع کرنا جائز نہیں اور اس خصوصیت کی بعض وجوہ آگے آتی ہیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

پہلے سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

جوابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ چھ برس کی عمر میں تھیں جب آپ

لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ ڈرنا اللہ سے چاہئے۔ (سورہ احزاب)

غرض ۳ھ میں اور بعض روایات کے موافق ۳ھ یا ۵ھ میں خداوند عالم کے حکم سے حضور اکرم ﷺ نے خود ان سے نکاح کر لیا (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ لے پا لک یعنی حتمی اصلی بیٹے کا حکم نہیں رکھتا، اس کی بیوی بعد قطع تعلق کے حرام نہیں ہوتی، اور جن لوگوں نے خدا کے اس حلال کو عقیدہ یا عملاً حرام کر رکھا ہے وہ آئندہ اس غلطی سے نکل جائیں اور جاہلیت کی یہ رسم ٹوٹ جائے لیکن اس دیرینہ رسم کا ٹوٹنا جب ہی ممکن تھا کہ آنحضرت ﷺ خود عملاً اس کا نفاذ کریں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس نکاح کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے نہایت صحیح روایات حدیث سے لکھا ہے جن کو صحیح بخاری کی شرح میں حافظ حدیث علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ (دیکھو فتح الباری، تفسیر سورہ احزاب)

اس کے علاوہ جو فقور روایات مشہور کی گئی ہیں وہ سب منافقین اور کفار کی گھڑی ہوئی ہیں جن کو بعض مسلمان مؤرخین نے بھی بلا تنقید نقل کر دیا ہے۔ وہ محض جھوٹ اور افتراء ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت یحییٰ

حضرت ہارون الرشید کی اولاد سے ہیں۔ یہ صرف ان کی خصوصیت تھی کہ ایک نبی کی صاحبزادی اور ایک نبی کی زوجہ تھیں۔ پہلے کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں، ان کے قتل کے بعد آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

خزاعیہ بنی المصطلق کے سردار حارث کی بیٹی ہیں، جنگ میں گرفتار ہو کر آئی تھیں، پھر آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں اور اس کی بدولت تمام قبیلہ آزاد ہو گیا،

وقت رسول اللہ ﷺ نے نجاشی شاہ حبشہ کو خط لکھا کہ ام حبیبہ کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح دیں، چنانچہ نجاشی نے پیغام دیا اور خود ہی نکاح کا کفیل ہوا اور چار سو دینار مہر میں خود ہی ادا کر دیئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام ہندہ ہے، پہلے ابو سلمہ کے نکاح میں تھیں۔ جن سے اولاد بھی ہوئی۔ جمادی الثانیہ ۴ھ میں اور بعض روایات کے مطابق ۳ھ میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ (سیرت مغلطائی ص ۵۵) کہا جاتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے تمام ازواج مطہرات کے بعد انتقال فرمایا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش

آنحضرت ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کرنا چاہا تھا۔ جن کو آپ ﷺ نے آزاد کر کے اپنا حتمی بنا رکھا تھا۔ مگر چونکہ حضرت زید پر غلامی کا نام آچکا تھا، اس لئے زینب اس عقد کو پسند نہ کرتی تھیں مگر بالآخر حضور ﷺ کے تعمیل اور ارشاد کے لئے راضی ہو گئیں، ایک سال کے قریب زید کے نکاح میں رہیں۔ مگر چونکہ طبعی موافقت نہ تھی۔ ہمیشہ شکر رنجی رہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ زید نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر طلاق کا ارادہ ظاہر کیا، آپ ﷺ نے ان کو سمجھا کر طلاق سے روکا لیکن پھر جب کسی طرح موافقت نہ ہوئی جب وہ آزاد ہو گئیں تو آپ ﷺ نے ان کی تسلی اور دلجوئی کے لئے ان سے نکاح کرنا چاہا لیکن اس وقت عرب کے خیال میں حتمی کو اصلی بیٹے سے برابر سمجھا جاتا تھا اس لئے عام لوگوں کے خیال سے آپ ﷺ اس نکاح سے رکتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا، لیکن چونکہ یہ جاہلیت کی رسم تھی جس کا مٹانا اسلام کا فرض تھا، اس لئے آیت نازل ہوئی کہ آپ ﷺ

دی ہے۔ (دیکھو لائف ۱) مؤلفہ جان ڈیون پورٹ ص ۱۵۸

البتہ دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اسلام سے پہلے تعدد ازواج کی کوئی حد نہ تھی، ایک ایک شخص کے تحت میں ہزار ہزار عورتیں تک رہتی تھیں۔ عیسائیوں کے پادری برابر کثرت ازواج کے عادی تھے، سولہویں صدی عیسوی تک جرمنی میں اس کا عام رواج تھا، شاہِ فلسطین اور اس کے جانشینوں نے بہت سی بیویاں کیں۔ ۱

اس طرح ویدک تعلیم غیر محدود تعدد ازواج کو جائز رکھتی ہے اور اس سے دس دس، تیرہ تیرہ، ستائیس ستائیس بیویوں کو ایک ایک وقت میں جمع رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ ۲

غرض اسلام سے پہلے کثرت ازواج ایک غیر محدود صورت سے رائج تھی، جہاں تک مذہب و ممالک کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر کوئی حد نہ لگائی تھی، نہ یہود نے، نہ نصاریٰ نے، نہ ہندوؤں نے، نہ آریوں نے، نہ پارسیوں نے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی یہ رسم اسی طرح بغیر تجدید جاری رہی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضور اقدس رضی اللہ عنہ کے عقد میں بھی خاص خاص اسلامی ضرورتوں کی بناء پر

۱۔ اسی طرح پادری فکس اور جان ملن اور ایزک نیلر وغیرہ نے پروردگار میں اس کی تائید کی ہے۔

۲۔ موجودہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے سات سو بیویاں اور تین سو حرم تھیں۔ اول سلاطین اور امرا، امرا، امرا کے کانوے پر پاں تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین بیویاں تھیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے چار چار۔ بائبل۔ پیدائش باب ۲۹-۳۰

۳۔ منو جی جو ہندوؤں اور آریوں میں مسلم بزرگ، اور ویشوامانی جاتے ہیں، دھرم شاستر میں لکھتے ہیں کہ ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں اور ایک ان میں سے صاحب اولاد ہو تو باقی بھی صاحب اولاد ہی کہلاتی ہیں (منو دھرم ۱۰۔ اشلوک ۱۸۲) از رسالہ ازواج امرتسر شری کرشن جی جو ہندوؤں میں بڑے واعظ و تنظیم ادارہ مانے جاتے ہیں ان کی سنگتوں و جماعتیں تھیں۔

اور ان کے باپ مسلمان ہو گئے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ہلالیہ

اول مسعود بن عمر کے نکاح میں تھیں، اس نے طلاق دے دی تو ابورہم سے نکاح ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

(مغلطائی ص ۶۶)

یہ آپ ﷺ کی آخر ازدواج میں سے ہیں، ان کے بعد آپ ﷺ نے کوئی نکاح نہیں کیا، ان کے علاوہ اور بھی بعض خواتین سے نکاح ہوا مگر ان کو شرف مصاحبت حاصل نہیں ہو سکا۔ بلکہ قبل از رخصت ہی بعض وجوہ سے علیحدگی ہو گئی جس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔

تعداد ازدواج کے متعلق ضروری تنبیہ

ایک مرد کے لئے متعدد بیبیاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی دنیا کے تقریباً تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا، عرب، ہندوستان، ایران، مصر، یونان، بابل، آسٹریا وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرت ازدواج کی رسم جاری تھی اور اس کی فطری ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دور حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعداد ازدواج کو ناجائز کرنے کی کوشش کی لیکن نہجہ نہ سکی۔ بالآخر فطری قانون غالب آیا اور اب اس کے ردواج دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے۔ تعداد ازدواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے، ان آیتوں سے پایا جاتا ہے کہ تعداد ازدواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خاص خدا نے اس میں برکت

وہ تمام امت کی مائیں ہیں، آنحضرت ﷺ کے بعد وہ کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں، اب اگر عام قانون کے ماتحت چار کے سوا باقی ازواج مطہرات کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیا جاتا تو ان پر کتنا ظلم ہوتا کہ اب وہ عمر بھر کے لئے معطل ہو جائیں اور رحمت للعالمین کی چند روزہ صحبت ان کے لئے عذاب بن جاتی کہ ادھر تو فخر عالم ﷺ کی صحبت چھوٹی ہے اور ادھر ان کے لئے اس کی بھی اجازت نہیں ملتی کہ کسی اور جگہ اپنا غم غلط کر سکیں۔

اس لئے کسی طرح مناسب نہیں تھا کہ ازواج مطہرات اس عام قانون کے ماتحت آئیں خصوصاً وہ خواتین جن کا نکاح اس لئے عمل میں آیا تھا کہ ان کے خاوند جہاد میں شہید ہو گئے اور وہ بے مرد سامان رہ گئیں، آپ نے ان کی دلداری کے لئے ان سے نکاح کر لیا۔ اب اگر ان کو طلاق دے دی جاتی تو ان پر کیا گذرتی، یہ اچھی دلداری ہوتی کہ وہ اب تمام عمر نکاح سے محروم ہو گئیں۔

اس لئے حکیم خداوندی چار سے زائد بیویوں کا رکھنا صرف آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ٹھہری، نیز آپ ﷺ کی خانگی زندگی کے حالات جو امت کے لئے تمام دین و دنیا کے معاملات میں دستور العمل ہیں ہم تک صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے پہنچ سکتے ہیں اور یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ اس کے لئے نو خواتین بھی کم ہیں، ان حالات پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ خصوصیت معاذ اللہ کسی نفسانی خواہش پر مبنی تھی۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت سارا عرب و عجم مخالفت کے لئے کھڑا ہوا، قتل کے منصوبے گاٹھے، طرح طرح کے عیب لگائے، بہتان باندھے (پناہ خدا) مجنون کہا، کذاب بتلایا۔ غرض اس آفتاب عالم تاب پر خاک ڈالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر خود خاک آلود ہوئے۔ یہ سب

دس ازواج تک جمع ہو گئیں۔

پھر جب اس کثرت ازواج سے عورتوں کی حق تلفی ہونے لگی، لوگ اول تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے مگر پھر ان سب کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے۔ قرآن عزیز کا ابدی قانون جو دنیا سے ظلم و جور کو مٹانے کے لیے ہی نازل ہوا ہے اس نے فطری ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تعدد ازواج کو بالکل منع تو نہ کیا لیکن اس کی خرابیوں کی اصلاح ایک تجدید کے ذریعہ سے کر دی، اور یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا کہ اب صرف چار عورتوں تک نکاح کر سکتے ہو اور وہ بھی اس شرط پر کہ تم چاروں کے حقوق برابر ادا کر سکو، اور اگر اتنی ہمت نہ ہو تو پھر ایک سے زیادہ رکھنا ظلم ہے۔

اس ارشاد کے بعد باجماع امت چار سے زائد بیبیوں کا نکاح میں جمع رکھنا حرام ہو گیا، جن صحابہ کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا، انہوں نے چار کو رکھ کر باقی کو طلاق دے دی۔ حدیث میں ہے کہ حضرت غیلان مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ چار رکھ کر باقی کو طلاق دے دیں۔ اسی طرح نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں۔ آپ نے ایک کو طلاق دینے کا حکم فرمایا۔ (تفسیر کبیر۔ ص ۱۳۷ ج ۲)

حضرت ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اس عام قانون کی رو سے چار سے زائد نہ دینی چاہئے تھیں، لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ امہات المؤمنین دوسری عورتوں کی طرح نہیں، خود قرآن عزیز کا ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتَ مِنْ اِتِّمَاءِ النِّسَاءِ كَاَحَدٍ مِّنْ النِّسَاءِ

اے نبی کی عورتو، تم نہیں ہو جیسی ہر کوئی عورتیں!

اولاد بھی۔

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے گمان نہیں کر سکتا کہ کوئی سلیم الحواس انسان آپ ﷺ کے اس تعدد از دواج کو معاذ اللہ کسی نفسانی خواہش کا نتیجہ بتلا سکے گا۔

اگر کوئی شہرہ چشم آفتاب نبوت کی عظمت و جلال کو بھی نہ دیکھ سکے اور آپ ﷺ کے اخلاق، اعمال، تقویٰ، طہارت، زہد و ریاضت اور مقدس زندگی کے تمام گرد و پیش کے حالات سے بھی آنکھ چرا لے تو خود ان متعدد نکاحوں کے واقعات و حالات ہی اس کو یہ کہنے پر مجبور کر دیں گے کہ تعدد از دواج یقیناً کوئی نفسانی خواہش پر مبنی نہ تھا۔ ورنہ ساری عمر ایک سن رسیدہ عورت کے ساتھ گزار دینا پچپن سالہ کو اس کام کے لئے تجویز کرنا کسی انسان کی عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔

خصوصاً جب کہ کفار عرب اور رؤسائے قریش آپ ﷺ کے ایک اشارہ پر اپنا منتخب حسن و جمال آپ ﷺ کے قدموں پر نثار کر دینے کے لیے بھی تیار تھے جیسا کہ سیر و تاریخ کی معتبر کتابیں اس کی شاید ہیں۔ ۱۲

اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود مسلمانوں کی جمعیت بھی اس عرصہ میں لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکی تھی جن کی ہر عورت آپ ﷺ کے عقد میں داخل ہونے کو بجا طور پر فلاح دارین سمجھتی تھی، یہ سب کچھ تھا، مگر حضرت نبوت کے عقد میں پچاس سال تک صرف ایک خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کی عمر بوقت نکاح بھی چالیس سال تھی، پھر اس کے بعد بھی جن خواتین کا نکاح کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے وہ ایک کے سوا سب کی سب بیوہ اور صاحب اولاد ہیں۔ امت کی بیشمار کنواری لڑکیاں اس وقت بھی انتخاب میں نہیں آئیں اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ دکھلایا جاتا کہ آپ ﷺ کے یہ متعدد نکاح کس قدر اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے، نیز اگر یہ نہ ہوتے تو بہت سے وہ احکام جو عورتوں

کیا۔ لیکن کسی کافر نے خواہشات نفسانی اور عورتوں کے معاملہ میں بھی کسی وقت آپ پر کوئی الزام لگایا! نہیں اور ہرگز نہیں! یہاں افتراء کے بھی پاؤں نہ ہوئے ورنہ کسی نیک نام کو بدنام کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی حربہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ذرا انگلی رکھنے کی جگہ بھی تو کفار عرب جو گھر کے بھیدی تھے۔ سب سے بڑھا چڑھا کر اس کو عیوب میں شمار کرتے لیکن وہ اتنے بیوقوف نہ تھے کہ مشاہدات کا انکار کر کے اپنی بات کا اعتبار کھودیتے۔

کیونکہ تقویٰ مجسم ﷺ کی حیات طیبہ لوگوں کے سامنے تھی جس میں وہ دیکھ رہے تھے کہ آپ کے زمانہ شباب کا بڑا حصہ تو محض تجرد اور خلوت گزینی میں گزرا پھر جب عمر شریف پچیس سال میں پہنچی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے نکاح کی درخواست ہوئی، جو بیوہ اور صاحب اولاد ہونے کے ساتھ اس وقت چالیس سال کی عمر میں بڑھاپے کا زمانہ گزار رہی تھیں، اور آپ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں اور دو لڑکوں اور تین لڑکیوں کی ماں تھیں، بارگاہ نبوت میں ان کی درخواست رد نہ کی گئی اور پھر اکثر عمر اسی ایک نکاح پر گزاری دی گئی۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ان کو چھوڑ کر حراء کے لوق و دوق غار میں ایک ایک مہینہ تک محض عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے اور عمر کا بڑا حصہ اسی نکاح پر گزارا اسی لئے آپ کی جتنی اولاد ہوئی وہ سب خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ہے۔

البتہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد جب کہ عمر شریف پچاس سال سے تجاوز کر جاتی ہے تو یہ سارے نکاح ظہور میں آتے ہیں اور خاص خاص ضرورتوں کے تحت دس خواتین تک آپ ﷺ کے نکاح میں داخل ہوتی ہیں جو سب کی سب (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا) بیوہ ہیں اور بعض صاحب

بیت النبی ﷺ کی حفاظت کریں گے تو پہرہ داری اٹھادی گی۔

بناء کعبہ اور قریش کا آپ ﷺ کو با اتفاق امین تسلیم کرنا

جب آپ ﷺ کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو اس وقت قریش • نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ بیت اللہ کی تعمیر ہر شخص اپنی سعادت سمجھتا تھا اور قبائل قریش نے اپنی قسمتوں کا فیصلہ اس پر کر رکھا تھا کہ اس کی تعمیر میں زیادہ حصہ لیا جائے چنانچہ اس تعمیر کو قبائل میں تقسیم کرنے کی نوبت آئی تاکہ کوئی جھگڑا پیش نہ آئے۔

اسی تقسیم عمل کے ساتھ بنا کعبہ حجر اسود کی حد تک پہنچ گئی۔ لیکن اب حجر اسود کو اٹھا کر تعمیر میں نصب کرنے کے متعلق سخت اختلاف ہوا ہر قبیلہ اور ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ اس سعادت کو حاصل کرے۔ یہاں تک قتل و قتال پر عہد و پیمان ہونے لگے، قوم کے بعض سنجیدہ لوگوں نے ارادہ کیا کہ مشورہ کر کے کوئی صلح کی صورت نکالیں، اور اس غرض کے لئے مسجد میں گئے۔

مشورہ میں ملے ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد کے اس دروازہ میں داخل ہو وہ تمہارے معاملے کا فیصلہ کرے اور اس کے حکم کو ہر شخص دستِ قدرت کا فیصلہ سمجھ کر تسلیم کرے۔

خدا کی قدرت کہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ اس دروازہ سے داخل ہوئے، آپ ﷺ کو دیکھ کر سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ امین ہیں، ہم ان کے حکم پر راضی ہیں۔ آپ تشریف لائے اور حکیمانہ فیصلہ کیا کہ سب خوش ہو گئے۔ یعنی ایک چادر پھیلا دی اور اس میں حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھ دیا اور پھر حکم دیا

ہی کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے، وہ سب مخفی رہ جاتے۔ ❶

کس قدر بے حیائی اور حق کشی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے اس تعدد ازواج کو نفسانی خواہشوں پر محمول کیا جائے، اگر باطل پرستوں نے عقل و حواس کو اندھا کر دیا ہو تو کوئی کافر بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

نبی کریم ﷺ نے نو ازواج مطہرات کو چھوڑ کر انتقال فرمایا آپ ﷺ کے بعد سب سے پہلے ازواج مطہرات میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

آپ ﷺ کے چچا اور پھوپھیاں

عبدالطلب کے دس بیٹے تھے، حارث، زبیر، جحل، ضرار، مقوم، ابولہب، عباسؓ، حمزہؓ، ابوطالب، عبداللہ جن میں سے عبداللہ آپ ﷺ کے والد ماجد ہیں، باقی نو آپ ﷺ کے چچا ہیں، حضرت عباسؓ اپنے سب بھائیوں میں چھوٹے ہیں۔

آپ ﷺ کی پھوپھیاں چھ ہیں۔ ام حکیم، برہ، عاتکہ، صفیہ، اروی۔ آپ کی سپہرہ داری کرنے والے

سعد بن معاذؓ جنہوں نے غزوہ بدر میں آپ ﷺ کی نگہبانی کی اور زکوان بن عبدقیس اور محمد بن سلمہؓ انصاری نے غزوہ احد میں زبیرؓ نے غزوہ خندق میں اور عباد بن بشر و سعد بن ابی وقاصؓ اور ابوالیوبؓ اور بلالؓ نے وادی قرئی میں اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اَللّٰهُ يَعْصِيْكُمْ مِنَ النَّاسِ

❶..... الحمد للہ کہ حضرت سیدی و سندی حکیم الامت تھانوی دامت برکاتہم نے اس ضرورت کو اس طرح پورا فرمایا کہ ایک رسالہ میں ان تمام احادیث کو جمع فرمایا جو ازواج مطہرات کے ذریعہ عالمی زندگی کے متعلق منقول ہوئی ہیں۔ اس رسالہ کا نام تعدد ازواج صاحب المعراج رکھا گیا۔

پہچان کے لوگوں میں اور ان شخصوں میں شروع کی جن پر آپ کو اعتماد تھا یا آپ فراست کے ذریعہ ان میں خیر و صلاح کے آثار دیکھتے تھے۔

اس طریق سے سب سے پہلے زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے مہتمی زید بن حارثہ مشرف باسلام ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبوت سے پہلے آنحضرت رضی اللہ عنہ کے دوست تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے صدق و دیانت و اخلاق سے خوب واقف تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو رسالت الہیہ کی خبر دی تو فوراً آپ نے تصدیق کی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے مسلم بزرگ تھے، تمام معاملات میں لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے، اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ نے بھی ان لوگوں کو دعوت اسلام دینی شروع کی جن میں کچھ صلاح و خیر کے آثار دیکھے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کی دعوت قبول کی اور آپ ان سب کو آنحضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے اور سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

ان کے بعد ابو عبیدہ بن جراح اور عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب اور سعید بن زید عدوی اور ابوسلمہ مخزومی اور خالد بن سعید بن العاص اور عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی قدامہ اور عبید اللہ اور ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہم، حمین مشرف باسلام ہوئے، یہ سب کے سب قریش میں سے تھے۔ اور غیر قریش میں سے صہیب رضی اللہ عنہ رومی، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس وقت تک یہ دعوت اسلام محض خفیہ جاری تھی۔ عبادات اور اعمال شرعیہ بھی چھپ چھپ کر ادا کئے جاتے تھے، یہاں تک کہ بیٹا

کہ ہر قبیلہ کا منتخب آدمی چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ لیں۔ اسی طرح کیا گیا۔ جب بنیاد تک پہنچ گیا تو خود اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھ دیا۔

ابن ہشام اس واقعہ کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نبوت سے پہلے تمام قریش بالاتفاق آپ ﷺ کو امین کہتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۱۰۵، ج ۱۱)

عطاء نبوت

جب آپ ﷺ کی عمر شریف چالیس برس ایک دن کی ہوئی تو ظاہری طور پر بھی باضابطہ آپ کو خلعت نبوت کے ساتھ ممتاز و مشرف فرمایا جس کی تاریخ ولادت کی طرح مادرِ بیچ الاول روزِ دوشنبہ ہے، اس کے علاوہ اور بھی مختلف اقوال ہیں۔ (سیرت مغلطائی ص ۱۴)

دنیا میں اشاعتِ اسلام

تبلیغ کا پہلا قدم

ابتداً جب نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپ اعلانِ تبلیغ کے لئے مامور نہ تھے بلکہ اس میں صرف آپ ﷺ کی ذات کے لئے احکام تھے۔

پھر کچھ دنوں سلسلہ وحی منقطع رہنے کے بعد جو آپ ﷺ پر دوبارہ وحی شروع ہوئی تو اس میں آپ ﷺ کو تبلیغِ اسلام کے لئے حکم ہوا، مگر دنیا میں جہالت و ضلالت کی حکومت تھی، بالخصوص عرب کا تکبر اور غرور اور تقلیدِ آبائی انہیں حق پر کان لگانے کی ہرگز اجازت نہ دیتی تھی، اس لئے ابتداء میں حکمتِ الہیہ کا اقتضا یہ ہوا کہ آپ کو اعلانِ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا امر نہ کیا جائے، تاکہ اول ہی سے لوگ متغیر نہ ہو جائیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابتداً دعوتِ اسلام اپنی جا

اس تحفہ سے بہتر تحفہ لے کر نہیں آیا جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔
میں تمہارے لیے دین و دنیا کی فلاح و بہبود لے کر آیا ہوں اور
خداوند عالم نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ تمہیں اس کی طرف دعوت
دوں۔ خدا کی قسم اگر میں تمام دنیا کے انسانوں سے جھوٹ بولتا تب
بھی تمہارے سامنے جھوٹ نہ بولتا اور اگر ساری دنیا کو دھوکہ دیتا
تب بھی تمہیں دھوکہ نہیں دیتا۔ اس ذات قدوسی کی قسم ہے کہ جو ایک
ہے اور جس کا کوئی سہیم و شریک نہیں کہ میں تمہاری طرف خصوصاً اور
تمام عالم کی طرف عموماً خدا تعالیٰ کا رسول پیغمبر ہوں۔ ❶

تمام عرب کی مخالفت و عداوت اور آپ ﷺ کی

استقامت

یہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا، عرب کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ
کی وحی میں ان کے بتوں کی حقیقت کھولی گئی ہے۔ ان کی پرستش کرنے والوں
کی بے وقوفی ظاہر کی گئی ہے تو آپ کی عداوت کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کی
ایک جماعت آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے پاس آئی کہ وہ آپ ﷺ کو اس قسم کی
باتوں سے روک دیں اور یا آپ ان کی حمایت چھوڑ دیں۔

ابوطالب نے ایک عمدہ پیرائے میں جواب دیا، اور آنحضرت ﷺ اسی طرح
کلمہ حق کی نشر و اشاعت میں سرگرم اور بتوں کی عبادت سے لوگوں کو منع کرتے
رہے۔ جب عرب کو اس پر صبر نہ ہو سکا تو پھر ابوطالب کے پاس آئے اور سختی سے
ان سے مطالبہ کیا کہ یا آپ اپنے بھتیجے کو باز رکھیں ورنہ ہم سب تمہارے خلاف

باپ اور باپ بیٹے سے چھپ کر نماز پڑھتا تھا۔ جب مسلمانوں کی تعداد تیس سے بڑھ گئی تو آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے ایک وسیع گھر مقرر کر دیا جس میں وہ سب جمع ہو جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کو تعلیم فرماتے تھے۔

اس طریقہ کی دعوت اسلام تین سال تک جاری رہی۔ اسی دوران میں قریش کی ایک خاصی جماعت اسلام میں داخل ہو گئی اور پھر اور لوگ بھی داخل ہونے شروع ہو گئے اور یہ خبر مکہ میں پھوٹ نکلی اور لوگوں میں جا بجا اس کا چرچا ہونے لگا اور اب اعلان دعوت حق کا وقت آ پہنچا۔

اعلان دعوت اسلام

تین سال کے بعد، جب کہ کثرت سے مرد عورت اسلام میں داخل ہونے لگے اور لوگوں میں اس کا چرچا ہوا تو خداوند عالم نے آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ علی الاعلان لوگوں کو کلمہ حق پہنچا میں۔

آپ ﷺ نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اور مکہ کی پہاڑی صفا پر چڑھ کر اور قبائل قریش کا نام لے کر آواز دی، جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو آپ نے اولاً سب سے دریافت کیا کہ اگر میں آپ کو یہ خبر دوں کہ غنیم کا لشکر تم پر چڑھا چلا آ رہا ہے اور قریب ہے کہ تم پر لوٹ ڈال دے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ سب یہ سن کر یک زبان ہو کر بولے کہ بے شک ہم آپ کی خبر کو بالکل حق سمجھیں گے کیونکہ ہم نے آج تک کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم نے اپنے باطل عقائد کو نہ چھوڑا تو خدا تعالیٰ کا سخت عذاب تم پر آنے والا ہے اور فرمایا:

”جہاں تک مجھے معلوم ہے دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لئے

چراغے را کہ ایزد بر فردزد کسے کش تف ز نذر ریش بسوزد ❶

خدا کی قدرت، ان کا یہ طرز عمل آنحضرت ﷺ کی تبلیغ کا کام کر گیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ممکن تھا کہ بہت سے لوگ آپ کا ذکر نہ سنتے۔ لیکن ان کی اس جدوجہد نے سب کو آپ ﷺ کا مشاق بنا دیا۔

قریش کی ایذا رسانی اور آپ ﷺ کی استقامت

جب قریش اپنی تدبیروں میں ناکام رہے اور دیکھا کہ روز آپ ﷺ کی دعوت عام ہوتی جاتی ہے اور لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو اب ہر قسم کی ایذا رسانی شروع کی مکہ کے چند اوباش لوگوں کو جمع کر کے اس پر آمادہ کیا کہ وہ آپ کا ہر مجلس میں استہزاء کریں اور جس صورت سے ممکن ہو آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائیں۔

آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ اور آپ ﷺ کا بین مجزہ

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کعبہ شریف کے پاس نماز پڑھ رہے تھے جب مجذہ میں گئے ابو جہل نے موقع کو غنیمت سمجھ کر ارادہ کیا کہ آپ کا سر مبارک چل ڈالے مگر

❶ دشمن اگر قوی است تمکبہاں قوی تر است ❷

جب پتھر لے کر آپ ﷺ کے قریب پہنچتا ہے تو ہاتھ کانپ جاتے ہیں پتھر ہاتھ سے گر جاتا ہے، رنگ فق ہو جاتا ہے اور بھاگ کر اپنی جماعت کے پاس آتا

❶..... جس چراغ کو حق تعالیٰ روشن فرمائیں جو نقص (بجھانے کے لئے) اس پر پھونک رہا ہے اس کی ہی داغی مل جاتی ہے۔

❶..... اگر دشمن قوی ہے تو تمکبہاں اس سے زیادہ قوی ہے۔

جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ فریقین میں سے کوئی ایک فنا ہو جائے۔

تمام قبائل عرب کے مقابلہ میں آپ ﷺ کا جواب

اب تو ابوطالب کو بھی فکر ہوئی اور آنحضرت ﷺ سے اس معاملہ میں گفتگو کی، آپ ﷺ نے فرمایا اے عم بزرگوار:

”خدا کی قسم اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں مانتاب لا کر رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں خدا کا کلمہ اس کی مخلوق کو نہ پہنچاؤں تو میں ہرگز اس کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ یا خدا کا سچا دین لوگوں میں پھیل جائے اور یا کم از کم اسی جدوجہد میں اپنی جان دے دوں۔“

ابوطالب نے جب یہ رنگ دیکھا تو کہا اچھا جاؤ، تم اپنا کام کرتے رہو، میں بھی تمہاری حمایت و نصرت سے کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔
لوگوں میں نفرت پھیلانا اور اس کا الٹا نتیجہ

جب قریش نے دیکھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب آپ کے ساتھ ہیں اور ادھر موسم حج قریب ہے اس موقع پر آپ ﷺ تبلیغ میں سرگرم کوشش کریں گے، اور آپ ﷺ کے کلام حق کی مقناطیسی کشش سے سب واقف تھے اس لئے اندیشہ ہے کہ اب ان کا مذہب تمام دنیا کے اطراف میں پھیل جائے گا تو سب نے جمع ہو کر یہ طے کیا کہ مکہ کے تمام راستوں پر اپنے آدمی بٹھا دیئے جائیں تاکہ اطراف عالم سے جو لوگ حج کے لئے آئیں انہیں دور ہی سے کہہ دیا جائے کہ یہاں ایک ساحر ہے جو اپنے کلام سے باپ بیٹے اور خاوند بیوی میں اور تمام رشتہ داروں میں ہی تفریق ڈال دیتا ہے تم اس کے پاس نہ جائیو لیکن۔

اتنا مال جمع کر دینے کے لئے تیار ہیں کہ تم اہل مکہ میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ اور اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہیں سرداری حاصل ہو جائے تو اس پر راضی ہیں کہ تمام قریش کا سردار بنادیں اور آپ ﷺ کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ نہ ہلائیں اور اگر آپ ﷺ کی غرض بادشاہت ہے تو ہم آپ کو اپنا سب کا بادشاہ بھی بنا سکتے ہیں اور اگر تم پر محاذ اللہ کسی جن کا اثر ہے اور یہ اسی کا کلام (وحی) تم لوگوں کو سناتے ہو۔ اور تم اس کے دفع کرنے سے عاجز ہو تو ہم آپ کے لئے کوئی طیب تلاش کریں۔ جو آپ ﷺ کا علاج کرے۔ (سیرت مغلطائی ص ۲۰)

جب عتبہ اپنے کلام سے فارغ ہوا تو نبی کریم نے اس کی ساری داستان کے جواب میں صرف ایک سورت قرآن سنادی جس کو سن کر عتبہ ہکا بکا رہ گیا اور اپنی قوم میں واپس آ کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم آج میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے اپنی عمر میں کبھی نہیں سنا تھا خدا کی قسم نہ وہ شعر ہے، نہ نجومیوں کا کلام ہے اور نہ سحر، میری رائے یہ ہے کہ تم سب اس شخص (آنحضرت ﷺ) کی ایذا سے باز آؤ۔ کیونکہ ان کا جو کلام میں نے سنا ہے واللہ اس کی شان عظیم ظاہر ہونے والی ہے میں تمہارا خیر خواہ ہوں، تم میری بات مانو اور زیادہ نہیں تو کچھ دنوں تک انتظار کرو اگر عرب ان پر غالب آگئے تو تم مفت میں اس تکلیف سے نجات پاؤ گے اور اگر وہ عرب پر غالب آگئے تو ان کی عزت ہماری ہی عزت ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے ہی قبیلہ سے ہیں۔

قریش اپنے سب سے زیادہ ہوشیار سردار کی یہ باتیں سن کر حیرت میں رہ گئے اور یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ اس پر محمد (ﷺ) نے جادو کر دیا ہے۔ (دروسِ اسیرہ ص ۱۲)

جب قریش کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہوا تو اب نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ کرام اور متعلقین واقربا کو بھی ستانا اور طرح طرح کی ایذا میں دینا

ہے اور کہتا ہے کہ جب میں آپ ﷺ کے سر کی جانب ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو ایک عجیب وضع کا اونٹ منہ کھولے ہوئے میری طرف جھپٹا اور قریب تھا کہ مجھے کھاجائے میں نے ایسا اونٹ آج تک کبھی نہیں دیکھا۔

یہ وہ واقعہ ہے جو کفار کے مجمع میں سب کے سامنے پیش آیا۔ اور خود کفار کے سردار ابو جہل نے اس کا اقرار کیا۔

ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط، عاص بن وائل، اسود بن یغوث، اسود بن عبدالمطلب، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، یہ لوگ ہر وقت آنحضرت ﷺ کے درپے آزاورہتے تھے، ان میں سے کسی کو اسلام کی توفیق نہیں ہوئی بلکہ سب کے سب نہایت ذلیل ہو کر ہلاک ہوئے۔ کچھ غزوہ بدر میں تلوار کے گھاٹ اتر گئے اور کچھ نہایت گندے اور سخت امراض میں گل سڑ کر مر گئے۔

قریش کا آپ ﷺ کو ہر قسم کی طمع دینا اور آپ ﷺ کا جواب

جب کفار قریش نے دیکھ لیا کہ یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوتی تو سب نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ وہ اپنے سب سے زیادہ چالاک سردار عقبہ بن ربیعہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجیں تاکہ وہ آپ کو ہر قسم کی دنیاوی طمع دلائے۔ شاید اس تدبیر سے آپ اپنے دعوے سے خاموش ہو بیٹھیں۔ عقبہ بن ربیعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، پاس جا کر کہا بھتیجے، تم حسب و نسب کے اعتبار سے ہم سب میں بہتر ہو۔ اور اس کے باوجود تم نے اپنی جماعت میں ایک تفریق ڈال دی اور ان کے معبودوں کو اور ان کو برا بھلا کہا، ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو جاہل ٹھہرایا، تم آج اپنے دل کی بات کہہ دو۔ اگر ان سارے قصوں سے تمہاری غرض یہ ہے کہ بڑی دولت جمع کر لو تو سنو ہم تمہارے واسطے

۵۲ میرت خاتم الانبیاء علیہ السلام

واقعات بتلائیں تو جعفر بن ابی طالب آگے بڑھے اور فرمایا۔ ❶
'شاہا! ہم پہلے جاہلیت والے تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، اور
مردار چانور کھاتے تھے فحش کاری، قطع رحمی اور بد خلقی میں مبتلا تھے۔
ہمارا قوی ضعیف کو کھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری
طرف ایک رسول بھیجا جو ہمارے ہی کنبہ سے ہے، ہم ان کے
نسب اور سچائی امانت اور عفت کو خوب جانتے ہیں اور انہوں نے
ہمیں اس کی دعوت دی کہ اللہ کو ایک سمجھیں اور اس کے ساتھ کسی کو
سکیم و شریک نہ جانیں اور بت پرستی چھوڑ دیں سچ بولیں۔ عزیز و
اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کریں، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک
کریں اور محرمات سے منع فرمایا اور خون بہانے اور جھوٹ بولنے
اور یتیم کا مال کھانے سے روکا اور ہمیں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا
حکم فرمایا، ہم نے جب یہ سنا تو اس پر ایمان لے آئے۔

نجاشی ❷ یہ سن کر بہت متاثر ہوا۔ قریش کے دونوں قاصدوں کو واپس کر دیا
اور مسلمان ہو گیا!

مہاجرین تقریباً تین مہینے وہاں امن و عافیت کے ساتھ قیام کر کے واپس آ
گئے، اس وقت حضرت فاروق اعظمؓ بھی آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے
مشرف باسلام ہو گئے۔ اس وقت مسلمانوں کی مردم شماری چالیس مرد اور گیارہ
عورتوں سے زائد نہ تھی۔ فاروق اعظمؓ حضرت عمرؓ کے داخل اسلام سے

❶ یورپ کے بعض مشہور سیاسی لوگوں نے (عائلا زادہ مرنے) کہا ہے کہ اگر مشرق و مغرب کے علماء
تبع ہو کر دین اسلام کی حقیقت جان کر تا چاہیں تو اس سے اچھا نہیں کر سکتے جو مہاجرین حبشہ نے جان کیا اس
۱۲۰۲ھ۔

❷ یہ نجاشی کوئی اور شخص ہے (جو نبوت کے پانچویں سال مسلمان ہوا) محمدؐ جس کا ذکر ۱۰ھ میں اسلام
آنے کا آگے آتا ہے اور ہے۔

شروع کیا، حضرت بلال ؓ وغیرہ صحابہ کو سخت ایذا میں دی گئیں حضرت عمار بن یاسر ؓ کی والدہ ماجدہ اسی بناء پر نہایت دردناک طریقہ سے شہید کی گئیں اور یہ سب سے پہلا واقعہ شہادت ہے جو اسلام میں پیش آیا۔ (دروس اسیرہ ص ۴۱)

صحابہ ؓ کے لئے ہجرت حبشہ کا حکم

آنحضرت ﷺ اپنی ذات پر ہر قسم کے مظالم اور تکالیف برداشت کرتے رہے مگر جب صحابہ کرام ؓ اور دیگر اقارب تک اس کو نوبت پہنچی اور دیکھا کہ وہ نہایت صبر کے ساتھ تمام مظالم سہنے کے لئے تیار ہیں مگر اس کلمہ حق اور نور الہی سے منہ موڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں جو ان کو آپ ﷺ کے ذریعہ سے وصول ہوا ہے تو ان حضرات کو اجازت دی کہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں، عطاءئے نبوت سے پانچویں سال رجب میں بارہ ۱۰ مرد اور عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جن میں حضرت عثمان ؓ اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہ ؓ بھی تھیں۔ (دروس اسیرہ ص ۱۵)

نجاشی شاو حبشہ نے ان مہاجرین کا اکرام کیا، یہ سب امن و عافیت کے ساتھ وہاں رہنے لگے۔ جب قریش کو اس کی خبر ہوئی تو عمرو بن عاص اور عبد اللہ بن ربیعہ ؓ کو نجاشی ؓ کے پاس بھیجا کہ یہ لوگ مفسد ہیں، ان کو اپنی قلمرو میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دو، بلکہ ان کو ہمارے سپرد کر دو۔

نجاشی ایک سنجیدہ آدمی تھا اس نے ان کے جواب میں کہا کہ میں یہ کام اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ ان کے مذہب اور خیالات کی تحقیق نہ کر لوں، ان حضرات سے جب نجاشی نے یہ دریافت کیا کہ اپنا مذہب اور اس کے صحیح

۱..... ازیرت مغلطائی ص ۲۱ مہاجرین کی تعداد میں اور بھی مختلف اقوال ہیں ۱۲ ص۔

۲..... ملک حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے ۱۲ مغلطائی

یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے فرمایا، اس مرتبہ ایک بڑے قافلے نے ہجرت کی۔ جس کی تعداد تراوی (۸۳) مرد اور بارہ عورتیں ۱ بیان کی جاتی ہیں اور پھر ان کے ساتھ یمن کے مسلمان بھی مل گئے، جن میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ان کی قوم بھی تھی۔

ادھر نبی کریم ﷺ اور باقی آل و اصحاب نے تقریباً تین ۲ سال انہی مظالم اور مصائب کے ساتھ بسر کئے۔ اس کے بعد چند آدمی اس عہد کو توڑنے اور آپ ﷺ پر سے یہ محاصرہ اٹھا دینے پر آمادہ ہوئے ادھر آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ اس عہد نامہ کو دیکھ نے کھالیا ہے اور بجز خدا کے نام کے اس میں کوئی حرف نہیں چھوڑا، آپ نے لوگوں سے بیان کیا، دیکھ تو ٹھیک اسی طرح نکلا جیسا کہ آپ ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ الغرض آپ سے محاصرہ اٹھا دیا گیا۔

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

اسی عرصہ میں حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ جو نہایت شریف اور اپنی قوم کے سردار تھے، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی بدیہی حقانیت اور آپ ﷺ کے اخلاق کو دیکھ کر برضا و رغبت مسلمان ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے۔ میں جا کر ان کو بھی اسلام کی دعوت دیتا ہوں، مگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میرے ساتھ کوئی ایسی کھلی ہوئی علامت ظاہر کر دی جائے جس کے ذریعہ سے میں ان کو اپنی باتوں کا یقین دلا سکوں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پیشانی پر ایک ایسا نور چمکادیا کہ جو اندھیرے میں ایک نہایت روشن چراغ کی طرح چمکتا تھا۔

۱..... سیرت مغلطائی ص ۲۲-۲۳

۲..... بعض روایات میں دو سال اور بعض میں چند سال بیان کئے جاتے ہیں۔ سیرت مغلطائی ص ۱۳-۱۲

مسلمانوں کو ایک قسم کی شوکت حاصل ہوئی اور وہ لوگ جو دلائل واضحہ کے ذریعہ سے اسلام کی حقانیت کا یقین کر چکے تھے مگر قریش کی ایذا کے خوف سے اسلام ظاہر نہ کرتے تھے۔ اب اعلانِ اسلام میں داخل ہونے لگے، اسی طرح قبائل عرب میں اسلام پھیلتا اور ترقی کرتا رہا۔

جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کی عزت روز بروز ترقی کرتی جا رہی ہے اور بادشاہ حبشہ نے بھی مسلمانوں کا احترام کیا تو انہیں اپنا انجام نظر آنے لگا۔

تمام قریش نے یہ طے کیا کہ بنی عبدالمطلب اور بنی ہاشم سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کو ہمارے سپرد کر دیں ورنہ ہم ان سے بالکل قطع تعلق کر دیں گے۔

مگر بنی عبدالمطلب نے اس کو منظور نہ کیا تو با اتفاق رائے یہ عہدہ ۱ نامہ لکھا گیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے بالکل مقاطعہ کیا جائے، رشتے ناتے، نکاح، بیاہ، خرید و فروخت سب بند کر دیئے جائیں اور یہ عہد نامہ بیت اللہ کے اندر معلق کر دیا گیا۔

ایک پہاڑ کی گھاٹی میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے تمام رفقاء و اقربا کو مقید کر دیا گیا۔ اس وقت ابو لہب کے سوا تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے تمام افراد بلا امتیاز مسلم و کافر سب کے سب ابو طالب کے ساتھ رہے اور اس گھاٹی میں مقید و محصور ہو گئے، سب طرف سے آمد و رفت کے راستے بند تھے۔ خود و نوش کا جو سامان تھا ختم ہو گیا۔ تو سخت اضطراب پیش آیا۔ شدت بھوک سے درختوں کے پتے تک کھانے کی نوبت آئی۔

ہجرت طائف

ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کو موقع مل گیا آپ ﷺ کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، جب آپ ﷺ کو اہل مکہ کے قبول اسلام سے مایوسی کی صورت پیدا ہونے لگی اسی سال یعنی ۶ سالہ انبوی میں آخر ماہ شوال میں زید بن حارثہؓ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور اہل طائف کو کلمہ حق کی دعوت دی، اور ایک ماہ تک متواتر ان کی تبلیغ و ہدایت میں مصروف رہے مگر ایک شخص کو بھی قبول حق کی توفیق نہ ہوئی، بلکہ ظالموں نے اپنے شہر کے چند اوباش لوگوں کو سنا دیا کہ آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائیں، یہ سنگدل بد نصیب اس سرور کائنات ﷺ کے درپے ہو گئے کہ شانِ رحمۃ للعالمین مانع نہ ہو تو اس کی ایک جنبش لب میں ان کی ساری بد مستیوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا طائف اور طائف کے بسے والوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹایا جاسکتا تھا۔

ان بد بخت لوگوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسانے شروع کئے جن سے سرور عالم ﷺ کے قدم شریف زخمی ہو جاتے تھے۔ زید بن حارثہ جس طرف سے پتھر آتا ہوا دیکھتے اس طرف خود کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ کو بچاتے اور پتھر کو اپنے سر پر لیتے تھے یہاں تک کہ حضرت زیدؓ کا سر زخمی ہو گیا۔ بالآخر رحمت عالم ایک ماہ بعد طائف سے اس طرح واپس ہوئے کہ آپ کے ٹخنے شریف لہو لہان تھے۔ مگر زبان پر حرف بد دعا اس وقت بھی نہ آتا تھا۔

اسراء اور معراج

نبوت کا پانچواں سال اسلام کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جس میں نضر الانبیاءؑ کو ایک اعزازی جلوس کے ساتھ نوازا گیا۔ جو انبیاءؑ کی جماعت میں

جب طفیل بن عمرو اپنی قوم کے پاس گئے تو یہ خیال ہوا کہ کہیں میری قوم اس نور کو کوئی مصیبت اور بیماری نہ سمجھے اور نہ کہے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مجھ پر مرض مسلط ہو گیا ہے۔ اس لیے دعا کی یہ نور آپ ﷺ کے تازیانہ ۱۰ میں آجائے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور اس نور کو ان کے کوڑے کے ساتھ قندیل معلق کی طرح لگا دیا۔ اپنے قبیلے میں پہنچ کر تبلیغ کی، کچھ آدمی آپ کی سعی سے مسلمان ہو گئے مگر چونکہ ان کے گمان کے مطابق زیادہ نہ ہوئے اس لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، آپ ﷺ دعا فرمائیے کہ میری سعی کامیاب ہو، آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا، جاؤ اب تبلیغ کرو اور نرمی سے کام لو۔

طفیل بن عمرو لوٹے اور پھر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا اور خدا کے فضل سے ایسے کامیاب ہوئے کہ غزوہ خندق کے بعد ستر اسی گھرانے مسلمان کر کے غزوہ خیبر میں اپنے ساتھ لائے اور سب شریک جہاد ہوئے۔ (سیرت مغلطائی للحافظ علاء الدین ص ۲۵)

ابوطالب کی وفات

اسی عرصہ میں آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کی وفات ۱۰ ہو گئی۔ یہ سانحہ نبوت سے دسویں سال ماہ شوال کے نصف پر پیش آیا اور اس کے تین ۱۰ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی اور اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس سال ۱۰ کو غم کا سال فرمایا ہے۔ (سیرت مغلطائی ص ۲۰)

①..... یعنی کوز اور چابان ۱۴ اہل۔

②..... سیرت مغلطائی ص ۲۵۔

③..... تاریخ وفات میں اور بھی مختلف روایتیں ہیں مثلاً ماہ رمضان ہجرت سے ۵ سال پہلے، چار سال پہلے، بعد معراج کذافی سیرت مغلطائی ص ۲۶۔

④..... اور اسی سال حضرت ۵۳؎ سے آپ کا نکاح ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ کے بعد ان سے نکاح ہوا ہے۔ (سیرت مغلطائی ص ۲۶-۲۷)۔

اس کے بعد آپ ﷺ سدرۃ المنتہی کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا۔ پھر جنت میں داخل ہوئے۔ وہاں دست قدرت کے وہ عجائب و غرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم و گمان کی وہاں تک رسائی ہوئی پھر دوزخ آپ ﷺ کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عذاب اور سخت شدید آگ سے بھری ہوئی تھی جس کے سامنے لوہے اور پتھر جیسی سخت چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

اس میں آپ ﷺ نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مردار جانور کھا رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے تھے، پھر دوزخ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور جبرئیل امین علیہ السلام ہمیں ٹھہر گئے۔ کیونکہ ان کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔

اور اس وقت آپ ﷺ کو خداوند جل و علا کی زیارت ہوئی، صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور تمام محققین صحابہ و ائمہ کی یہی تحقیق ہے۔

آنحضرت ﷺ سجدہ میں گر پڑے اور خداوند عالم سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت نمازیں فرض کی گئیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ واپس ہوئے وہاں سے براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے۔

راستہ میں مختلف مقامات میں قریش کے تین تجارتی قافلہوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپ ﷺ نے سلام کیا، اور انہوں نے آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد اس کی شہادت دی۔ صبح سے پہلے ہی یہ سفر مبارک تمام ہو گیا۔

سے بھی صرف آنحضرت ﷺ کی امتیازی خصوصیت ہے، جس کا مختصر واقعہ یہ ہے۔ ایک رات آپ ﷺ عظیم کعبہ ۱ میں لیٹے ہوئے تھے کہ جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے، آپ ﷺ کو براق پر سوار کیا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا۔ اسی سرعت رفتاری کے ساتھ اول آپ ﷺ کو ملک شام میں مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سابقین کو آنحضرت ﷺ کے اکرام کے لئے (بطور معجزہ) جمع فرمایا تھا، جبرئیل علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی۔ انبیاء و رسل کی صفیں تیار ہو کر کھڑی ہوئیں لیکن سب اس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر آگے کر دیا، آپ ﷺ نے تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی۔

یہاں تک عالم دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی، اس کے بعد آپ ﷺ کو مسجد اقصیٰ سے آسمان پر بجا یا گیا۔ بعض روایات کے مطابق یہ آسمانی سفر بھی براق پر ہوا مگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر براق پر نہیں بلکہ بذریعہ معراج ہوا۔ معراج کے معنی سیڑھی یا زینہ کے ہیں۔ زینہ کی آج کل بھی بہت سی قسمیں موجود ہیں۔ ان میں ایک طریقہ لفٹ کا بھی ہے۔ اس کو بھی زینہ کہہ سکتے ہیں۔ وہ کس قسم کا زینہ تھا جس پر نبی کریم ﷺ آسمان تک پہنچے اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ کسی روایات میں منقول نہیں۔

پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دوسرے پر عیسیٰ و یحییٰ علیہ السلام سے اور تیسرے پر یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے پر ادریس علیہ السلام سے پانچویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری حندی ص ۳۰۵-۳۰۶)

۱۔ اس میں یہ اختلاف ہے کہ یہ آسمانی سیر بھی براق پر ہوئی یا کسی سیڑھی وغیرہ پر، حافظ نعم الدین غیسی نے قصا المعراج میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ ص ۱۱۳-۱۱۲

خود کفار قریش کی چشم دید شہادتیں

اس کے بعد قریش نے بھر بغرض امتحان دریافت کیا، اچھا بتلاؤ، ہمارا قافلہ جو ملک شام کی طرف گیا ہوا ہے وہ کہاں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا فلاں قبیلہ کے ایک تجارتی قافلے پر مقام روحا میں میرا گزر رہور ہا تھا۔ ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ وہ سب اسی کی تلاش میں گئے ہوئے تھے، میں ان کے کجاووں کے پاس گیا تو وہاں کوئی نہ تھا اور ایک کوزہ میں پانی رکھا ہوا تھا۔ وہ میں نے پی لیا تھا۔

اس کے بعد فلاں قبیلہ کے تجارتی قافلے پر فلاں مقام میں ہمارا گزر ہوا جب براق اس کے قریب ہوا تو اونٹ دہشت سے ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ان میں ایک سرخ اونٹ تھا، جس پر دو خردار (گون) سیاہ و سپید تھے۔ وہ تو بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اس کے بعد فلاں قبیلہ کے تجارتی قافلہ پر فلاں مقام میں ہمارا گزر ہوا جس میں سب سے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ تھا اور اس پر سیاہ ٹاٹ اور دو سیاہ خردار (گون) تھے اور یہ قافلہ عنقریب تمہارے پاس آنے والا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا، کہ کب تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدھ کے روز تک آجائے گا۔

چنانچہ ٹھیک اسی طرح ہوا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا اور ان قافلوں نے بھی آپ ﷺ کے بیانات کی تصدیق کی۔

جب قریش پر خدا کی حجت تمام ہو گئی اور اس مجبور معقول سفر کی خود ان کی قوم نے شہادت دی تو اب معاندین کے لئے بھی اس کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا کہ آپ ﷺ کے اس سفر کو سحر اور آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) جادوگر کہہ کر کھڑے ہو گئے۔

مدینہ طیبہ میں اسلام

دس سال تک برابر آنحضرت ﷺ قبائل عرب کو اعلان کے ساتھ دعوت

اسراء نبوی ﷺ پر عینی شہادتیں

جب صبح ہوئی اور یہ خبر قریش میں پھیلی، تو ان کا ایک عجیب عالم تھا، کوئی تالیاں بجاتا تھا اور کوئی تعجب سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا، اور کوئی تمسخر سے ہنس رہا تھا۔

پھر سب نے بغرض امتحان آپ سے سوالات شروع کئے اور دریا یافتہ کیا کہ اچھا بتلائے کہ بیت المقدس کی تعمیر اور ہیئت کیسی ہے اور پہاڑ سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا پورا نقشہ بتلا دیا، اسی طرح وہ مختلف چیزیں دریافت کرتے رہے اور آپ ﷺ بتاتے رہے یہاں تک کہ اب انہوں نے ایسے سوالات شروع کر دیئے جو باوجود ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بھی کوئی شخص نہ بتلا سکے۔ مثلاً یہ کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں۔ کتنے طاق ہیں وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ یہ چیزیں کون شمار کرتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کو سخت اضطراب ہوا۔ مگر بطور معجزہ مسجد اقصیٰ آپ ﷺ کے سامنے کر دی گئی، آپ ﷺ شمار کرتے اور بتاتے جاتے تھے، ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا اشهد انک رسول اللہ۔ اور قریش بھی اب تو سب کے سب چپ ہوئے اور کہنے لگے حالات و صفات تو بالکل درست بیان کئے ہیں، پھر حضرت صدیق ؓ سے خطاب کر کے کہنے لگے کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ آپ ﷺ ایک رات میں مسجد اقصیٰ تک پہنچ بھی گئے اور لوٹ بھی آئے؟ حضرت صدیق ؓ نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں، میں ایمان لاتا ہوں کہ صبح و شام ذرا سی دیر میں آپ ﷺ کو آسمانی خبریں پہنچ جاتی ہیں تو پھر اس میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ اس لیے بھی آپ ﷺ کا نام صدیق رکھا گیا ہے۔

سب وعدہ بارہ آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں دس قبیلہ خزرج کے اور دو اوس کے تھے، ان میں جو لوگ سال گذشتہ مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اب مسلمان ہو گئے اور سب کے سب آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ یہ بیعت چونکہ سب سے پہلے عقبہ ۱ کے پاس ہوئی تھی اس لئے اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ رکھا گیا۔ (سیرت حلبیہ ص ۴۲ ج ۱)

یہ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے تو مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا تھا اور ہر مجلس میں یہی ایک بات رہ گئی۔

سب سے پہلا مدرسہ مدینہ طیبہ میں

مدینہ پہنچ کر اوس و خزرج کے ذمہ دار لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو خط لکھا کہ یہاں بھرا اللہ اسلام کی اشاعت ہو چکی ہے اب کسی صاحب کو ہمارے یہاں بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن شریف پڑھائے اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت اور ہمیں احکام شرعیہ کی تعلیم دے اور نماز میں ہمارے لئے امام بنے، آپ ﷺ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تعلیم قرآن کے لئے بھیج دیا اور اسلام میں سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد مدینہ طیبہ میں پڑ گئی۔ (سیرت حلبیہ ص ۴۲ ج ۱)

آئندہ سال حج کے ایام میں مدینہ طیبہ سے ایک بڑا قافلہ مکہ معظمہ پہنچا، جن میں ستر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا استقبال کیا اور ان سے عقبہ کے پاس رات کو ملنے کا وعدہ فرمایا۔ سب وعدہ نصف رات کے وقت سب لوگ جمع ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے مگر چہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

۱ یعنی حجرہ عقبہ جو منیٰ کے ابتدائی حصہ میں واقع ہے اور حج کرنے والے اس پر ٹکریاں مارتے ہیں، ابھد میں اس جگہ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی تھی جو مسجد بیعت کے نام سے موسوم ہے۔

اسلام دیتے رہے اور عرب کی کوئی مجلس اور کوئی مجمع نہیں چھوڑا، جس میں جا کر آپ ﷺ نے ان کو تبلیغ حق نہ کی ہو۔ موسم حج میں بازار عکاظہ اور ذی الحجارہ وغیرہ میں گھر گھر جا کر لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے مگر وہ اس کے جواب میں آپ ﷺ کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچاتے اور مذاق اڑاتے تھے کہ پہلے اپنی قوم کو مسلمان بنائیے، پھر ہماری ہدایت کے لئے آئیے اسی پر ایک مدت گذر گئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کی اشاعت اور ترقی ہو تو قبیلہ اوس کے چند آدمی مدینہ سے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیئے جن میں اس سال دو شخص اسد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس مشرف باسلام ہوئے اور پھر آئندہ سال ان میں سے کچھ اور آئے جن میں سے چھ یا آٹھ آدمی مسلمان ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم پیغام خداوندی کی تبلیغ میں میری مدد کرو گے، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابھی ہمارے آپس کی (اوس اور خزرج) کی خانہ جنگیاں ہو رہی ہیں۔ اگر اس وقت جناب مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کی بیعت پر سب کا اجتماع نہ ہو سکے گا۔ ابھی ایک سال اس ارادہ کو ملتوی فرمادیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے آپس میں صلح ہو جائے اور پھر اوس و خزرج مل کر اسلام قبول کر لیں۔ آئندہ سال ہم پھر حاضر خدمت ہوں گے۔

اس وقت ۱۰ اس کا فیصلہ ہو سکے گا، یہ حضرات واپس مدینہ آئے اور مدینہ میں سب سے پہلے مسجد نبی زریق میں قرآن پڑھا گیا۔

خداوند عالم کو منظور تھا کہ مدینہ میں اسلام کی اشاعت ہو، اسی سال بھر کے عرصہ میں اوس و خزرج کے اکثر جھگڑے مٹ گئے اور سال آئندہ حج کے موقع پر

۱..... اس وقت مدینہ کی آبادی دو قسم کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ مشرکین اور اہل کتاب، مشرکین دو بڑے قبیلوں پر مشتمل تھے۔ اوس اور خزرج اور یہ دونوں ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اور تقریباً ایک سو بیس سال سے ان کے درمیان آپس میں جنگ کا سلسلہ جاری تھا (سیرۃ طیبہ ص ۴۸) اسی طرح یہودی بھی دو مشنوں میں منقسم ہو چکے تھے۔ بنو نضیر اور بنو غنیم۔ یہ دونوں بھی آپس میں قدیم عداوتیں رکھتے تھے۔ (بیضاوی ص ۱۲)۔

کیا کرتا تھا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ فرماتے، بے شک، پھر پوچھتا کہ اس کی بھی گواہی دیتے ہو کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں؟ تو فرماتے ہرگز نہیں۔ اس پر وہ ان کا ایک عضو کاٹ لیتا تھا، پھر دوبارہ اسی طرح دریافت کرتا اور جب وہ اس کی نبوت ماننے سے انکار کرتے تو کم بخت ایک اور عضو کاٹ ڈالتا۔ اسی طرح ایک ایک عضو کر کے تمام بدن کے ٹکڑے کر دیئے (سیرت حلبیہ ص ۴۰۹)

الغرض شہید ہو گئے کہ باوجود جائز ہونے کے اس کو گوارا نہ کیا کہ عہد اسلام کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالیں۔

اگرچہ ❶ خرمن عمر م غم تو داد و بیاد
بخاک پائے عزیزت کہ عہد شکست

اس کے بعد سب نے بیعت کی، اس وقت مبایعین کی تعداد تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں، اور اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔

اس کے بعد سب نے ان میں سے بارہ آدمیوں کو تمام قافلہ کا ذمہ دار امیر بنایا۔ (حلبیہ ص ۴۱۱)

ہجرت مدینہ کی ابتداء

قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو ان کے غیظ کی انتہا نہ رہی اور مسلمانوں کو ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا، اس وقت آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ صحابہؓ نے آہستہ آہستہ قریش سے خفیہ ایک ایک دو دو کر کے مکہ معظمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ

❶ (ترجمہ) حیرے غم نے اگرچہ میرے خرمن عمر کو برباد کر دیا لیکن حیرے قدم شریف کی قسم کہ میں نے حیرا عہد نہیں توڑا۔ ۱۲۔

جس سب جمع ہو گئے تو حضرت عباس ؓ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ یہ میرا بھتیجا (نبی کریم ﷺ) ہمیشہ اپنی قوم میں عزت و حفاظت کے ساتھ رہا ہے تم جو اس کو مدینہ لے جانا چاہتے ہو تو دیکھ لو کہ اگر تم ان کے عہد کو پورا کر سکو اور مخالفین سے ان کی پوری حفاظت کر سکو تو اس کا ذمہ لوور نہ ان کو اپنے قبیلہ میں رہنے دو، مدنی قبیلہ کے سردار نے کہا۔ بے شک ہم اس کا ذمہ لیتے ہیں اور ہمارا یہی قصد ہے کہ آپ ﷺ کی بیعت کو پورا کریں، یہ سن کر (عہد بیعت کو پختہ کرنے کے لئے) حضرت اسعد بن زرارہ ؓ بول اٹھے۔ ”اے اہل مدینہ، ذرا غصہ نہ! تم سمجھتے ہو کہ آج تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ سمجھ لو کہ یہ بیعت تمام عرب و عجم کے مقابلے میں اور مخالفت کا عہد ہے، اگر تم اس کو نیا دے سکتے ہو تو عہد کرو، ورنہ عذر کر دو۔ اس پر سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم کسی حال میں اس بیعت سے ہٹنے والے نہیں، پھر عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ہم نے اس عہد کو پورا کیا تو ہمیں اس کی کیا جزا ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا اور جنت۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں۔ آپ ﷺ دست مبارک دیجئے کہ ہم بیعت کریں، آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ اور سب بیعت سے مشرف ہوئے۔

خدا جانے اس رسولِ امین کی نظر فیض اثر اور چند کلمات نے ان لوگوں پر کیا اثر کیا تھا کہ ایک ہی صحبت میں تمام دینوی علاقے اور جاہ و مال اور عزت و آبرو اس کے مقابلے پر قربان کر سکنے کے لئے کمر بستہ ہو گئی اور پھر یہ رنگ ان کی اولاد تک قائم رہا، حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا جو شریک بیعت تھیں۔ ان کے صاحبزادے حضرت حبیب ؓ کا واقعہ ہے کہ ان کو منسلک کذاب مدعی نبوت نے گرفتار کر لیا اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رکھ کر نہایت بیدردی سے قتل کیا، لیکن اس عہد کے خلاف کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالا۔ یہ ظالم ان سے دریافت

جس رات میں کفار قریش نے اپنے خیال خام کو پورا کرنے کا ارادہ کیا اور مختلف قبائل کے بہت سے جوان آپ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کر کے بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد کیا کہ وہ آپ ﷺ کی چار پائی پر (آپ ﷺ کی چادر اوڑھ کر سو جائیں) تاکہ کفار کو آپ ﷺ کے گھر میں نہ ہونے کا علم نہ ہو۔

اس کے بعد آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو دروازہ پر قریش کا ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ آپ ﷺ سورۃ یسین شریف پڑھتے ہوئے باہر نکلے اور جب آیت

وَاعْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ؕ

پر پہنچے تو اس کو کئی مرتبہ دوہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے اور آپ ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، وہ پہلے ہی سے تیار تھے اور ایک راستہ بتانے والے کو بھی اپنے ساتھ لے چلنے کے لئے تیار کر رکھا تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ ہو لئے اور مکان کی پشت کی جانب سے ایک کھڑکی کے راستے سے دونوں باہر نکلے اور ثور کی طرف تشریف لے گئے۔ (ثور مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے)

غار ثور کا قیام

آپ اس پہاڑ کے ایک غار میں جا کر ٹھہر گئے، ادھر یہ قریشی جواب صبح تک آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے اور بالآخر یہ معلوم ہوا کہ وہاں آپ ﷺ کی جگہ علی رضی اللہ عنہ ہیں تو سخت پریشان ہوئے اور چاروں طرف اپنے قاصد آپ ﷺ کی تلاش میں بھیجے اور آنحضرت ﷺ کے گرفتار کرنے پر سوانٹ کا

اور حضرت علیؓ اور تھوڑے سے غیر مستطیع لوگوں کے علاوہ کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔ صدیق اکبرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ابھی ٹھہرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دے دے۔ صدیق اکبرؓ اس کے انتظار میں رہے اور دو اونٹنیاں اس سفر کے لئے مہیا کیں ایک اپنے لئے اور دوسری آنحضرت ﷺ کے لئے۔ (سیرت مغلطائی ص ۳۱)

نبی کریم ﷺ کی ہجرت مدینہ

کفار قریش کو جب حالات معلوم ہوئے تو دارالندوہ میں مشورہ کے لئے جمع ہوئے کہ اب آپ ﷺ کے معاملہ میں کیا کیا جائے؟ کسی نے قید کرنے کی رائے دی اور کسی نے جلا وطن کرنے کی مگر ان کے چالاک لوگوں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں کیونکہ قید کرنے کی صورت میں ان کے اعموان و انصار ہم پر چڑھ آویں گے اور ہم سے چھڑالیں گے اور جلا وطن کرنے کی صورت تو سراسر ہمارے لئے مضرت ہے کیونکہ اس صورت میں اطراف مکہ کے عرب تمام آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق اور شیریں کلام اور کلام پاک کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ اور وہ ان سب کو لے کر ہم پر چڑھائی کریں گے۔ (سیرت مغلطائی) اس لئے بد بخت ابو جہل نے یہ رائے دی کہ آپ ﷺ کو قتل کیا جائے اور قتل میں ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی شریک ہوتا کہ بنی عبد مناف (آنحضرت ﷺ کا قبیلہ) بدلہ لینے سے عاجز ہو جائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا، اور ہر قبیلے کا ایک جوان اس کام کے لئے مقرر کر دیا کہ فلاں رات میں یہ کام کیا جائے۔

ادھر خداوند عالم نے آپ ﷺ کو ان کے مشورہ کی اطلاع دے دی اور آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم فرمایا۔

کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہمیر ؓ دونوں اونٹنیاں لے کر پہنچے۔ جو اسی سفر کے لیے حضرت صدیق ؓ نے مہیا کی تھیں اور ان کے ساتھ عبداللہ بن ارقیط بھی پہنچے جن کو راستہ بتلانے کے لیے اجرت دے کر ساتھ لے لیا تھا۔

نبی کریم ﷺ ایک ناقہ پر سوار ہو گئے اور صدیق اکبر ؓ دوسری پر۔ حضرت صدیق اکبر ؓ نے اپنے ساتھ عامر بن فہمیر کو بھی خدمت کے لئے بٹھالیا اور عبداللہ بن ارقیط آگے آگے راستہ دکھانے کے لیے چلے۔

سراقہ بن مالک کا راستہ میں پہنچنا اور اس کے گھوڑے کا زمین میں دھنسنے

آگے بڑھے تو قریش کے قاصدوں میں سے سراقہ بن مالک جو آپ ﷺ کی تلاش میں پھر رہا تھا یہاں تک پہنچ گیا۔ جب آپ ﷺ کے قریب آیا تو اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ گر پڑا مگر پھر سوار ہو کر آپ کے پیچھے چلا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی تلاوت قرآن کی آواز سنی، اس وقت صدیق اکبر ؓ بار بار مڑ کر اس کو دیکھتے تھے، مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف التفات ہی نہ کیا۔ جب زیادہ قریب آ گیا تو اس کے چاروں پاؤں زمین کے خشک اور سخت ہونے کے باوجود گھٹنوں تک اندر رہ گئے، اور سراقہ دوبارہ زمین پر گر پڑا۔

اب ہر چند گھوڑے کو نکالنا ہے مگر وہ نہیں نکلتا۔ مجبور ہو کر رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ ﷺ ٹھہر گئے اور آپ ﷺ کی برکت سے گھوڑا وہاں سے نکل آیا۔
(سیرت مفلحانی)

جب گھوڑے کے پاؤں زمین سے نکلے تو پاؤں کی جگہ سے ایک دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیا، اس کو دیکھ کر سراقہ اور بھی زیادہ ششدر رہ گیا اور نہایت عاجزی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے سامنے توشہ اور موجودہ سامان اونٹ وغیرہ پیش کرنے لگا،

انعام مقرر کیا۔ بہت سے آدمی آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور بعض قیافہ شناس لوگ آپ ﷺ کے نشان قدم پر تلاش کرتے ہوئے ٹھیک اس غار کے کنارے پہنچ بھی گئے۔ کہ اگر ذرا جھک کر دیکھتے تو صاف آپ ﷺ کے سامنے تھے۔ اس وقت صدیق اکبر ﷺ غمگین ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا کی قدرت کہ ان سب کی نظریں اس غار سے پھیر دی گئیں، اور کسی نے جھک کر نہ دیکھا بلکہ ان کے سب سے بڑے چالاک امیہ بن خلف نے کہا کہ یہاں ان کا ہونا محال ہے۔ کیونکہ بحکم خداوندی اس غار کے دروازے پر رات رات میں مکڑی نے جالائن دیا تھا اور جنگل کے کیوتر نے گھونسلایا تھا ❶۔

رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر ﷺ اس غار میں تین رات متواتر چھپے رہے، یہاں تک کہ تلاش کرنے والے مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔

ان تینوں دنوں میں برابر صدیق اکبر ﷺ کے صاحبزادے عبداللہ رات کو خفیہ آپ ﷺ کے پاس آتے اور صبح سے پہلے ہی مکہ پہنچ جاتے تھے، دن بھر قریش کی خبریں سن کر راتوں کو آپ ﷺ کے سامنے بیان کرتے تھے، اور ان کی بہن اسماء بنت ابی بکر ﷺ ہر رات میں کھانا آپ ﷺ کے پاس پہنچاتی تھیں۔ چونکہ عرب کے لوگ نشان قدم کو بہت پہچانتے تھے۔ اس لیے عبداللہ نے اپنے غلام سے کہہ رکھا تھا کہ روزانہ بکریاں چرانے کے لئے اس غار تک لے جایا کرے تاکہ ان کے نشانات قدم مٹ جائیں۔

غار ثور سے مدینہ کی طرف روانگی

غار ثور کے قیام کے تیسرے دن ربیع الاول ۱ھ بروز پیر صدیق اکبر ﷺ

❶۔۔۔ حضرت کلثمؓ فرماتے ہیں کہ حرم کے کیوتروں کی نسل اس کیوتر سے چلی ہے۔ (سیرت مطہرات)۔

علیک تکف الناس عنه فانی

بامریو والناس فیہ باسرهہم

لودی امرؤ یوماستیلو ومعالمه

لو بان جمیع الناس طریسالمه

رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ام معبد اور ان کے خاوند کا اسلام

راستہ میں ایک عورت (ام معبد بنت خالد) کے مکان پر گذر ہوا ان کی بکری جو بالکل دودھ نہ دیتی تھی آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیر دیا تو وہ دودھ سے بھر گئی جس کو آپ ﷺ نے بھی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا اور یہ برکت اسی طرح برابر جاری رہی، جب آپ یہاں سے رخصت ہوئے تو ام معبد کا خاوند آیا۔ اور بکری کے دودھ کے متعلق یہ عجیب واقعہ دیکھ کر حیران رہ گیا، سبب پوچھا تو ام معبد نے کہا کہ ایک نہایت شریف و کریم جوان آج ہمارے یہاں تھوڑی دیر کے لئے مہمان ہوئے تھے، یہ سب ان کے ہاتھ کی برکت ہے۔ خاوند یہ سن کر کہنے لگا۔ بخدا یہ تو وہی مکہ والے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد ان دونوں نے بھی ہجرت کی اور مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

نزولِ قبا

یہاں سے روانہ ہو کر آپ ﷺ قبا پہنچے ① (یہ مدینہ کے قریب ایک مقام ہے، انصار کو جب سے آپ ﷺ کے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی تھی روزانہ استقبال کے لئے بستی سے باہر آتے تھے اس روز بھی حسب دستور انتظار کر کے واپس ہو گئے تھے کہ یکا یک ایک آواز سنی گئی کہ جن کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے۔

① قیام تھا کے حلقہ قوال، تین دن اور چار یا پانچ دن اور بعض روایات میں ہائیس دن مذکور ہیں۔
(سیرت مغلطہ ص ۳۶)

آپ نے اس کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جب تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم بھی تمہارے اونٹ وغیرہ قبول نہیں کرتے۔ پس اتنا کافی ہے۔ کہ تم ہمارے حال کو کسی سے بیان نہ کرو، سراقہ ادھر سے واپس ہوا اور جب تک آپ ﷺ کے متعلق خطرہ ہو سکتا تھا اس وقت تک کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ (علیہ ۳۳۶ ج ۱۰)

سراقہ کی زبان سے آپ ﷺ کی نبوت کا اعتراف

کچھ دنوں کے بعد سراقہ نے ابو جہل ۱ سے اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد چند اشعار ۲ پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے

اے ابو عکرم (ابو جہل) لات کی قسم، (لات ایک بت کا نام ہے جس کی قریش پوجا کرتے تھے) اگر تم اس گھوڑے کے زمین میں جھنس جانے کا مشاہدہ کرتے تو تمہیں اس بات میں شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ محمد (ﷺ) خدا کے رسول ہیں۔ میری رائے میں تمہیں لازم ہے کہ ان کی مخالفت سے خود بھی اجتناب کرو، اور لوگوں کو بھی منع کرو، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی کامیابی کے نشانات اس طرح چمک جائیں گے کہ تمام انسان اس کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم ان سے صلح کر لیتے (سیرت مغلطائی ص ۳۵)

اباحکم ۱ واللات لو كنت مشاهدا
لامرجوا اذا تسرخ قوائمه
عجبت ولم تشكك بان محمدا
نبی و برهان فمن زايقاومه

- ۱..... ابو جہل کی کنیت عرب میں ابو عکرم تھی مگر اسلام سے مغرب ہونے سے اس کو ابو جہل کا خطاب دیا۔ اس مضمون کو کسی نے اس شعر میں خوب ادا کیا ہے، الناس کنوہ ابا حکم والله کنہ ابو جہل۔
- ۲..... اصل اشعار یہ نہیں۔
- ۳..... یہ اشعار سیرت مغلطائی کے نسخہ میں غلط تھے، ان کی تصحیح روض الانس ص ۶ ج ۲ سے کی گئی ہے۔

میرے غریب خانہ پر قیام فرمائیے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اونٹنی کو اپنے حال پر چھوڑ دو، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ جس جگہ اس کو ٹھہرنے کا حکم ہے وہاں جا کر خود ٹھہر جائے گی، چنانچہ یہ اونٹنی اسی طرح چلتی رہی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی انھیال بنی عدی بن نجار کے مکانات آگئے تو ابو ایوب رضی اللہ عنہ انصاری کے مکان کے سامنے جا کر اونٹنی بیٹھ گئی، آپ ﷺ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان پر مہمان ہوئے اور ایک مدت تک انہی کے مکان پر مقیم رہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر

اس وقت مدینہ میں کوئی مسجد موجود نہیں تھی، جس جگہ موقع مناسب تھا نرا زاد باکی جاتی تھی، اس کے بعد دو جگہ خریدی گئی، جس جگہ ناقہ بیٹھی تھی اس جگہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی، جس کی دیواریں، کچی اینٹوں اور ستون کھجور کے درخت کی لکڑی کے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اور قبلہ کا رخ بیت اللہ کی طرف رکھا گیا جو اس وقت مسلمانوں کا قبلہ تھا۔

مسجد کے ساتھ دو حجرے بھی بنائے گئے، ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے اور دوسرا سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے، اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو مکہ بھیجا کہ آپ ﷺ کے آل و عترت کو مدینہ طیبہ لے آئے، اس وقت

۱۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس میں اور جگہ بڑھائی مگر تعمیر اسی وضع کی باقی رکھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اس میں بہت بڑا اضافہ اور تعمیر کیا۔ جگہ بھی بہت بڑا اضافہ اور دیواریں نقش چھروں اور چاندی کے نقش و نگار سے آراستہ اور ستون مقش چھروں کے اور چھت سال کی لکڑی کی بنائی۔ پھر حضرت عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں اس کے حکم سے مہکلا اور توسیع کی اور ازواج مطہرات کے حجرات بھی اس میں شامل کر دیئے اس کے بعد ۱۱۰ھ میں طلحہ مہدی نے اور اس کے بعد ۱۳۵ھ میں مامون نے اس میں توسیع و تعمیرات کئے اور اس کے بنیاد کو خوب مضبوط کر دیا۔ (سیرت مطہرات ص ۷۳) اس کے بعد سلطان آل عثمان نے نہایت عمدہ تعمیر کی جو اب تک موجود ہے اور اب سوچو اٹاوا سود نے اور شاہ فیصل نے توسیع کی ہے۔

آپ ﷺ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر سب نے جوش مسرت سے استقبال کیا۔ اور آپ ﷺ کے رفقاء نے چودہ روز قبا میں قیام فرمایا، اسی عرصہ میں آپ ﷺ نے قبا میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت اور قبا میں آپ ﷺ سے مل جانا آنحضرت ﷺ کی امانت داری چونکہ کفار کو بھی مسلم تھی اس لئے آپ کے پاس اکثر لوگوں کی امانتیں رہتی تھیں، بوقت ہجرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ ﷺ نے اس لئے پیچھے چھوڑا تھا کہ جو امانتیں لوگوں کی آپ ﷺ کے پاس تھیں وہ ان کے سپرد کر کے آپ ﷺ کے پاس وہ بھی مدینہ پہنچ جائیں۔

اسلامی تاریخ کی ابتداء

اس وقت آنحضرت ﷺ کے حکم سے اسلامی تاریخ کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی، اور اس کا پہلا مہینہ محرم کو قرار دیا۔

مدینہ طیبہ میں داخل ہونا

ماہ ربیع الاول بروز جمعہ قبا سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف روانگی ہوئی، انصار مدینہ جوش مسرت سے آپ ﷺ کی سواری کے ارد گرد چل رہے تھے۔ کوئی پیدل کوئی سوار آپ ﷺ کے ناقہ کی باگ تھا منے میں پیش قدمی کرنا چاہتا تھا ہر شخص کی دلی تمنا تھی کہ آپ ﷺ اس کے یہاں مقیم ہوں، عورتیں، بچے، خوشی کے ترانے پڑ رہے تھے۔ یہ چونکہ جمعہ کا دن تھا، بنی سالم بن عوف کے مکانات کے قریب جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ سواری سے اترے اور جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر سوار ہوئے، اب جس انصاری کا مکان راستہ میں پڑتا ہے وہ التجا کرتا ہے کہ

اور ظاہر ہے کہ وہ یتیم جس کے والد کا سایہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کے سر سے اٹھ چکا ہو، اور جس کو بچپن کے چھٹے سال میں والدہ کی آغوش شفقت سے بھی جواب مل گیا ہو جس کے گھر میں مہینوں آگ جلنے کی بھی نوبت نہ آتی ہو، جس کے گھر والوں نے کبھی پیٹ بھر روٹی نہ کھائی ہو، جس کے رہے ہے عزیز و اقارب بھی ایک کلمہ حق کہنے کی وجہ سے نہ صرف یکسو بلکہ سخت دشمن ہو گئے ہوں وہ کیا کسی پر حکومت کر سکتا یا مال کے لالچ سے یا تلوار کے زور سے کسی کو اپنا بھنیال بنا سکتا تھا؟ اس کے علاوہ تاریخ کے دفتر سامنے ہیں جن میں بلا اختلاف موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر شریف کے یہ تین سال اس طرح گزرے کہ ابتدائی بے سرد سامانی و بے کسی کے بعد جب اسلام کو ایک ظاہری قوت بھی حاصل ہوئی اور بڑے بڑے شجاع و بہادر اور متمول صحابہ داخل اسلام بھی ہو گئے۔ اس وقت بھی اسلام نے کسی کافر پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ ظالموں کے ظلم کا جواب تک نہیں دیا۔ حالانکہ کفار مکہ کی طرف سے نہ صرف آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس بلکہ آپ ﷺ کے تمام متعلقین آل و اتباع پر بھی وہ مظالم ڈھائے گئے کہ بیان اور تحریر میں نہیں آسکتے۔

کفار قریش نے جو ہر قسم کی قوت و شوکت رکھتے تھے آپ ﷺ کی ایذا رسانی بلکہ قتل کرنے میں کوئی امر کافی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، جیسا کہ تین سال تک آپ ﷺ کا مع اپنے متعلقین کے محصور رہنا، آپ ﷺ کے ساتھ قریش کا مکمل مقاطعہ آپ ﷺ کے قتل کے لئے سازشیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچانا وغیرہ وغیرہ آپ معلوم کر چکے ہیں۔

یہ سب کچھ تھا، مگر قرآن اپنے پیروؤں کو صبر و استقلال کے سوا کسی حربہ کے استعمال کی اجازت نہ دیتا تھا، ہاں اس وقت جس جہاد کا حکم تھا وہ یہ کہ کفار کو

حضرت صدیق اکبر ؓ نے بھی سب اہل و عیال کو مدینہ بلوالیا۔

چنانچہ ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا اور دو صاحبزادیاں فاطمہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما مدینہ آگئیں، تیسری صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند ابو العاص نے (جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) نہ آنے دیا اور ادھر صدیق اکبر ؓ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ اپنی مادر اور دونوں بہنوں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔

اور اب مکہ میں صرف چند مسلمان رہ گئے جن کو سفر کی طاقت نہیں تھی بلکہ بعض ایسے لوگ بھی وہاں سے چل نکلے کہ راستہ ہی میں ان کی وفات ہو گئی۔

۱۔ مشروعیت جہاد

سُر یہ حمزہ و سُر یہ عبیدہ

نبی کریم ؐ کی تریس سالہ زندگی کا اجمالی نقشہ ناظرین کے سامنے آچکا ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کس طرح ہوئی اور وہ ہر طبقہ اور ہر قبیلہ کے ہزار ہا انسان جو ہجرت تک اسلام کے حلقہ گوش بن کر کچھ ایسے مست ہوئے تھے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ؐ کو اپنے مال و جائیداد، آباء و اجداد بیویوں اور بچوں سے بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے، ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب کیا تھا، حکومت کا جبر و اکراہ تھا یا کوئی لالچ اور جاہ کی طمع تھی، یا کوئی پر شوکت جمیعت تھی جس کی تلوار نے ان کو مجبور کیا تھا، یا کچھ اور؟

لیکن جب اس نبی اُمی (ان پر میرے ماں باپ فدا ہوں) ؐ کے حالات طیبات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بلا وہم اختلاف ان سب کا جواب نفی میں ملتا ہے،

تلوار چلی تھی کہ باوجود اپنی سلطنت و شوکت کے قبل از ہجرت مسلمان ہو گئے۔
ابوہند اور تمیم اور نعیم وغیرہ وغیرہ پر کس نے زور دیا تھا۔ کہ ملک شام سے سفر کر کے
آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچیں اور آپ کی غلامی اختیار کریں اور اسی قسم کے صدہا
واقعات جن سے کتب ۱ تاریخ بھری ہوئی ہیں، یہ ناقابل انکار مشاہدات ہیں
جن کو دیکھ کر ہر انسان یہ یقین رکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اسلام اپنی اشاعت میں تلوار کا محتاج نہیں

اور نہ فرضیت جہاد کا یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے گلے پر تلوار رکھ کر کہا
جائے کہ مسلمان ہو جاؤ یا ان کو کسی جبر و اکراہ سے اسلام میں داخل کیا جائے، جہاد
کے ساتھ ہی جزیہ کے ۲ احکام اور کفار کو اہل ذمہ بنا کر ان کے جان و مال کی
حفاظت بالکل مسلمانوں کی طرح کرنے کے متعلق اسلامی قواعد خود اس کی
شہادت ہیں کہ اسلام نے کبھی کفار کو اسلام قبول کرنے پر بعد فرضیت جہاد بھی مجبور
نہیں کیا، اس لئے ایک منصف مزاج انسان کا فرض ہے کہ ٹھنڈے دل سے اس
پر غور کرے کہ اسلام میں فرضیت جہاد کس غرض اور کن فوائد کے لئے ہوئی اور اسے
اس وقت یہ یقین کرنا پڑے گا کہ جس طرح وہ مذہب کامل نہیں سمجھا جاسکتا جس
نے لوگوں کا گلا گھونٹ کر بہ جبر و اکراہ ان کو اپنے سلسلے میں داخل کیا ہو۔ اسی طرح

وہ مذہب مکمل نہیں جس میں سیاست نہ ہو

وہ سیاست نہیں جس کے ساتھ تلوار نہ ہو

وہ ڈاکٹر اپنے فن کا ماہر نہیں ہو سکتا۔ جو صرف مرہم لگانا جانتا ہے مگر سزے

۲ نے قاسد شدہ اعضا کا آپریشن کرنا نہیں جانتا۔

۱۔ سب واقعات مختصر رسالہ حمید یہ سے لئے گئے ہیں۔

۲۔ لوگوں کو کفار سے ان کی حفاظت کے بدلے میں وصول کیا جاتا ہے۔ ۱۴۰۲ھ۔

حکمت ۱۰ اور نصیحت کی باتوں سے اپنے رب کی طرف بلاؤ اور اگر باہمی مکالمے کی نوبت آئے تو حسن تدبیر اور نرم کلام سے ان کا مقابلہ کریں اور قرآن ۱۰ کے دلائل واضح سے ان کے ساتھ پورا جہاد کرو تا کہ وہ حق کو سمجھ لیں۔

اس وقت تک جو ہزار ہا انسان اسلام کے حلقہ بگوش بن کر ہر قسم کے مصائب کا نشانہ بننے پر راضی ہوئے ظاہر ہے کہ وہ کسی دنیوی طمع یا حکومت کے جبر یا تلوار کے ذریعہ سے مجبور نہیں ہو سکتے، اس کھلی ہوئی ہدایت کو دیکھتے ہوئے بھی کیا وہ لوگ خدا سے نہ شرمائیں گے جو اسلام کی حقانیت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا یا گیا، کیا وہ اس کا کوئی جواب دے سکتے ہیں کہ ان تلوار چلانے والوں پر کس نے تلوار چلائی تھی جو نہ صرف مسلمان بنے بلکہ اسلام کی حمایت میں تلوار اٹھانے اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالنے پر راضی ہو گئے، کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ ابو بکر صدیق ؓ، فاروق اعظم ؓ، عثمان غنی ؓ، علی مرتضیٰ ؓ پر کس نے تلوار چلا کر ان کو مسلمان بنایا تھا اور ابوذر ؓ و انیس ؓ اور ان کے قبیلہ کو کس نے مجبور کیا تھا کہ وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے، حناذلی کو کس نے مجبور کیا تھا اور طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے قبیلہ پر کس نے تلوار چلائی تھی اور قبیلہ بنی عبدالاشہل کو کس نے دبایا تھا اور تمام انصار مدینہ پر کسی کا زور تھا، جنہوں نے نہ فقط اسلام قبول کیا بلکہ آپ ؐ کو اپنے یہاں بلا کر تمام ذمہ داری اپنے سر لی اور اپنی جان و مال آپ پر قربان کئے۔ بریدہ اسلمی ؓ کو کس نے مجبور کیا تھا کہ ستر آدمیوں کی جماعت لے کر مدینہ کے راستے میں آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور برضا و رغبت مسلمان ہو گئے۔ نجاشی بادشاہ حبشہ پر کون سی

۱..... آیت ادع الی السبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالہی احسن کا یہی معنی ہے۔

۲..... آیت وجادلہم بہ جہاد کبیر کا یہی مطلب ہے۔ ۱۲۔

بلکہ مقابلہ پر آنے والوں اور جنگ کرنے والوں میں سے بھی تا بمقدور ان لوگوں کو بچایا جاتا تھا۔ جن کے متعلق آنحضرت ﷺ کو حسن اخلاق اور حسن معاشرت کی خبریں پہنچتی تھیں ذیل کا واقعہ ہمارے اس دعوے کی پوری شہادت ہے۔

جس وقت آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے ارادہ جہاد کو بھی اس نے عام جاہلیت عرب کی لڑائیوں پر قیاس کر کے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ خوبصورت عورتیں اور سرخ اونٹ چاہتے ہیں تو قبیلہ بنی مدلج پر چڑھائی کیجئے (کیونکہ ان میں اس کی کثرت ہے) لیکن یہاں صلح اور جنگ کا مقصد ہی کچھ اور تھا، ارشاد ہوا کہ مجھے حق تعالیٰ نے بنی مدلج پر چڑھائی کرنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ (احیاء العلوم)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں سات جنگی قیدی پیش کئے گئے، آپ ﷺ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر مامور فرمایا، اسی وقت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ! ان چھ شخصوں کے لئے تو یہی حکم رکھئے لیکن اس ایک شخص کو آزاد کر دیجئے، آپ ﷺ نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ کریم الاخلاق اور نخی آدمی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آپ اپنی طرف سے کہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم فرمایا ہے۔ (کنز العمال ص ۱۳۵، معجمال ابن الجوزی)

اسلامی جہاد تہذیب کے مدعی یورپین اقوام عالم کی عالم سوز جنگ نہ تھی جس میں محض اپنی ہوس رانی کے لئے بلا امتیاز مرد و عورت اور محرم و غیر محرم شہر کے شہر

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا عجم کے ساتھ
کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

سمجھو اور خوب سمجھو کہ جب عالم کے جسم میں شرک کے زہریلے جراثیم پیدا
ہو گئے اور وہ ایک مریض جسم کی طرح ہو گیا تو رحمت خداوندی نے اس لئے ایک
مصلح اور مشفق طبیب (آنحضرت ﷺ) کو بھیجا۔ جس نے تریپن سال تک
متواتر اس کے ہر عضو اور ہر رگ و ریشہ کی اصلاح کی فکر کی جس سے قابل
اصلاح اعضاء تندرست ہو گئے مگر بعض اعضاء جو بالکل سڑ چکے تھے ان کی
اصلاح کی کوئی صورت نہ رہی، بلکہ خطرہ ہو گیا کہ ان کی سمیت تمام بدن میں
سرایت کر جائے گی اس لئے حکیمانہ اصول کے موافق عین رحمت و حکمت کا
اقتضاء یہی تھا کہ آپریشن کر کے ان اعضاء کو کاٹ دیا جائے، یہی جہاد کی حقیقت
ہے اور یہی تمام جارحانہ اور مدافعانہ غزوات کا مقصد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عین میدان کارزار گرم ہونے کے وقت بھی اسلام نے اپنے
مقابل جماعت میں سے صرف انہی لوگوں کے قتل کی اجازت دی ہے جن
مرض متعدی تھا، یعنی جو اسلام کے مٹانے کے منصوبے گانٹتے اور برسرِ جنگ
آتے تھے اور ان کے متعلقین، عورتیں، بچے اور بوڑھے اور مذہبی علماء جو لڑا
میں حصہ نہیں لیتے تھے وہ اس وقت بھی مسلمانوں کی کوار سے مامون تھے بلکہ
لوگ جو کسی دباؤ سے مجبور ہو کر مقابلے پر آئے ہوں وہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ
سے محفوظ تھے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا
کہ بنی ہاشم میں سے کوئی شخص تمہارے سامنے آئے تو اس کو قتل نہ کرنا کہ
رضا سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے بلکہ ان کو جبراً لایا گیا ہے (از کنز ص ۲۷۲)

مارگولیوس وغیرہ کا یہ خیال بالکل غلط اور افتراء ہے کہ اسلامی جہاد کا مقصد لوگوں کو بجز مسلمان کرنا اور لوٹ مار کر کے اپنا معاش مہیا کرنا تھا اسی طرح اسلامی روایات اور تعامل صحابہ کو جمع کرنے کے بعد اس میں بھی شک نہیں رہتا کہ اسلام میں جس طرح بغرض تحفظ مدافعت جہاد کو فرض کیا گیا ہے اسی طرح حفظ ماقدم اور مواقع تبلیغ کو راستے سے ہٹانے کے لیے جارحانہ جہاد بھی قیامت تک کے لئے ضروری کیا گیا ہے اور جس طرح مدافعت جہاد کی غرض لوگوں کو بجز مسلمان بنانا نہیں ہے اسی طرح جارحانہ جہاد کا مقصد بھی کسی طرح یہ نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ اسلام کا وسیع دامن عین وقت جہاد میں بھی کفار کو اپنی پناہ میں لینے اور کفر پر قائم رہتے ہوئے ان کی جان و مال، عزت و آبرو کی اسی طرح حفاظت کرنے کے لئے پھیلا ہوا ہے جس طرح ایک مسلمان کی حفاظت کی جاتی ہے جس میں مدافعت انداز اور جارحانہ جہاد دونوں برابر ہیں، نیز دنیا میں حقیقی امن و امان قائم کرنا، ضعیفوں کو ظلم سے چھڑانا وغیرہ، جو جہاد کے مقاصد ہیں۔ ان میں بھی دونوں قسمیں یکساں ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسلامی روایات کو مسخ کر کے جارحانہ جہاد کا انکار کیا جائے جیسا کہ ہمارے بعض آزاد خیال مورخین نے کہا ہے۔

اس مختصر گزارش کے بعد ہم اپنے اصلی مقاصد کو شروع کرتے ہیں۔ ہجرت کے بعد جہاد و غزوات کا جو سلسلہ شروع ہوا جن میں سے بعض میں خود آنحضرت ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے اور بعض میں خاص صحابہ کی سرکردگی میں لشکر روانہ ہوئے، مورخین کی اصطلاح میں پہلی قسم کے جہاد کو غزوہ اور دوسری قسم کو سریہ کہتے ہیں۔ غزوات کی مجموعی تعداد تیس ہے جن میں سے نو میں جنگ کی نوبت آئی، باقی میں نہیں، اور سرایا تینتالیس ہیں اور یہ عجب ہے کہ ان تمام

انتہائی بے رحمی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں اکبر مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہو رہا ہے نفاذ حکم فنا نہ ملکیں اس سے بچتے ہیں نہ مکاں
تو ہیں خود آ کے اب تو میدان میں پڑھتی ہیں کل من ۱ علیہا قائلین
لیکن حقیقت یہ ہے کہ لوگ دوسرے کی آنکھ کا تنکا تک دیکھتے ہیں۔
مگر اپنی آنکھ کا شبیر ۲ بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ بقول اکبر

اپنے عیبوں کی نہ کچھ پرواہ ہے غلط الزام بس اوروں پہ لگا رکھا ہے
یہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام یہ نہ ارشاد ہوا توپ سے کیا پھیلا ہے

الغرض مدافعت اور جارحانہ جہاد کا مقصد صرف مکارم اخلاق کی اشاعت اور
اسلام کا تحفظ و تبلیغ اسلام کے راستے میں حُرکات و نیکیں ڈالی جاتی تھیں ان کا ہٹانا تھا۔
ان تمام واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد جس طرح عام یورپین مؤرخین اور

۱..... زمین پر جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے۔ ۱۲ھ۔

۲..... اگر یورپ کی خوشی تاریخ کے صرف وہ اوراق سامنے رکھ لیے جائیں جو اندلس کے عروج و زوال سے
متعلق ہیں تو ان کی تہذیب و تمدن کی تعلیمی مکمل جائے کیونکہ خود یورپین مؤرخین کے بیان و اقرار کے موافق
وہاں پر نظر آتا ہے کہ نویں صدی عیسوی سے سترھویں صدی عیسوی تک توپ و تفنگ قتل و غارت اور طرح
طرح کے مصائب ڈال کر مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف مجبور کیا گیا۔ سینکڑوں ہندوگان خدا کو ہلا کر خاک کر دیا
گیا۔ سینکڑوں کو قید کر کے ان کے سامنے ان کے بچوں کو ذبح کیا گیا لاکھوں مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے
لئے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ غرناطہ کے میدان میں مسلمانوں کی اسی جزا و قتل کا دردناک و غائب کتابوں کا
پتھر خیر و نڈ بات قلم کر دیا گیا۔ سو نویں صدی میں ملک طلیپ نے اپنی فوجوں میں عربی زبان کا ایک جملہ بولنے کو
جرم قرار دیا۔ مسلمانوں کے آثار کو ایک ایک کر کے مٹایا گیا۔ قرطبہ کی یکتا سے روزگار بے نظیر جامع مسجد میں
تعدد کر جا گھر بنائے گئے۔ قعر مراۓ ہر اوجو عالم میں بے نظیر اور بارہ ہزار ہر جوں پر مشتمل و اور اشد ان لالہ
الہ کی آوازوں سے گونجنے والے تھے ان میں صلیبیں قائم کی گئیں، گر بے بنائے گئے جواب تک قائم ہیں (یہ
سب بیان علامہ محمد کرطبی کا ہے جو ان کے رسالہ غابر الانس و حافلہ میں مذکور ہے۔ جس میں انہوں نے اندلس
کی عہد ماضی و حال کا موازنہ کیا ہے، ۱۲ھ۔ محمد شفیع عثمانی (مترجم و ملاحظہ)

۵ھ میں چار غزوات ہوئے جن میں خود حضرت رسالت پناہ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ غزوہ ذات الرقاع، غزوہ دومتہ الجندل، غزوہ مرہ سیح جس کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہا جاتا ہے۔ غزوہ خندق زیادہ اہم اور مشہور ہے۔

۶ھ میں تین غزوات پیش آئے، غزوہ بنی النضیر، غزوہ غابہ جس کو ذی قرہ بھی کہا جاتا ہے غزوہ حدیبیہ اور گیارہ سو ارب رواندہ کئے گئے۔ سر یہ محمد بن مسلمہ، بجانب قرطاً، سر یہ عکاشہ، سر یہ محمد بن مسلمہ، بجانب ذی القصد، سر یہ زید بن حارثہ، بجانب بنی سلیم، سر یہ عبدالرحمن بن عوف، سر یہ علی رضی اللہ عنہ، سر یہ زید بن حارثہ، بجانب ام قرفہ، سر یہ عبداللہ بن عتیک، سر یہ عبداللہ بن رواحہ۔ سر یہ کرز بن جابر، سر یہ عمرو الضمری، اس سال کے غزوات میں واقعہ حدیبیہ زیادہ اہم ہے۔

۷ھ اس سال میں صرف ایک غزوہ خیبر واقع ہوا، جو اہم غزوات میں سے ہے اور پانچ سو ارب رواندہ ہوئے، سر یہ ابو بکر، سر یہ بشر بن سعد، سر یہ غالب بن عبداللہ، سر یہ بشیر، سر یہ اجزم۔

۸ھ اس سال میں چار اہم غزوات پیش آئے، غزوہ موتہ، فتح مکہ معظمہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، اور دس سو ارب بھیجے گئے، سر یہ غالب، بجانب بنی الملوچ، سر یہ غالب، بجانب فدک، سر یہ شجاع، سر یہ کعب رضی اللہ عنہ، سر یہ عمرو بن عاص، سر یہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، سر یہ ابو قتادہ، سر یہ خالد، جس کو غمیصا بھی کہا جاتا ہے۔ سر یہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ، سر یہ قطیبہ۔

۹ھ اس سال صرف ایک غزوہ تبوک واقع ہوا۔ جو اہم غزوات میں سے ہے اور تین سو ارب رواندہ کئے، سر یہ علقمہ، سر یہ علی، سر یہ عکاشہ۔

۱۰ھ اس سال صرف دوسرے رواندہ کئے گئے، سر یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، بجانب

غزوات اور سرایا میں باوجود مسلمانوں کی بے سرو سامانی اور قلت تعداد کے ہمیشہ فتح و نصرت ان ہی کا حصہ ہوتا تھا، البتہ صرف غزوہ احد میں اول فتح پانے کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ بھی اس لئے کہ لشکر کے ایک ٹکڑے نے آنحضرت ﷺ کے امر کے خلاف کیا تھا۔

ہم ان تمام غزوات و سرایا کو بغرض توضیح ایک نقشہ کی صورت میں سنہ وار درج کرتے ہیں اور چونکہ غزوات و سرایا کی تاریخ اور تعداد میں اختلاف ہے۔ اس لئے ہم نے اس تمام بیان میں حافظ حدیث علامہ مغلطائی کی سیرت پر اعتماد کیا ہے۔ نقشہ یہ ہے۔

غزوات و سرایا

۱۔ میں آنحضرت ﷺ نے دوسرے روانہ فرمائے اول سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسرا سریہ عبیدہ رضی اللہ عنہ۔

۲۔ میں پانچ غزوات ہوئے، غزوہ ابوا، جس کو غزوہ ودان بھی کہتے ہیں، غزوہ بدر، غزوہ بدر کبریٰ، غزوہ غزوہ بنی قینقاع، غزوہ سویق اور تین سریے اور روانہ ہوئے۔ سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، سریہ عمیر رضی اللہ عنہ، سریہ سالم رضی اللہ عنہ اس سال کے غزوات میں سب سے زیادہ اہم غزوہ بدر ہے۔

۳۔ میں تین غزوات ہوئے، غزوہ غطفان، غزوہ احد، غزوہ حراء، الاسد اور دوسرے روانہ ہوئے، سریہ محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ، سریہ زید بن حارث رضی اللہ عنہ اس سال کے غزوات میں غزوہ احد زیادہ اہم ہے۔

۴۔ میں دو غزوات پیش آئے، غزوہ بنی النضیر، غزوہ بدر صغریٰ اور چار سریے بھیجے گئے سریہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، سریہ عبداللہ بن اٹیس، سریہ منذر سریہ مرثد۔

روک دیا۔

سریہ عبید بن الحارث اور اسلام میں تیر اندازی کا آغاز
پھر شوال ۱ھ میں حضرت عبیدہ بن الحارث کو ساٹھ آدمیوں کا امیر لشکر بنا کر
طن رابغ کی طرف اوسفیان کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا، اسی جہاد میں اول
تیر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار پر پھینکا اور یہ سب سے پہلا تیر ہے جو اسلام
میں کفار پر چلایا گیا تھا۔

۲ھ تحویل قبلہ، غزوہ بدر

سریہ عبداللہ بن جحش

اس سال سے اسلام کی زندگی میں ایک عظیم الشان تغیر یہ ہوتا ہے کہ
مسلمانوں کا قبلہ آنحضرت ﷺ کی خواہش کے مطابق بیت المقدس کے بجائے
کعبہ قرار دیا جاتا ہے جو دنیا کا پہلا گھر ہے اور جسے لوگوں کی یکجہتی کے ساتھ خدا
کی عبادت پر مجتمع کرنے کے لئے مرکز توجہ بنایا گیا ہے۔
سریہ عبداللہ بن جحش اور اسلام میں پہلی غنیمت

اسی سال میں آنحضرت ﷺ نے بارہ مہاجرین پر حضرت عبداللہ بن جحش کو
امیر بنا کر ماہ رجب میں مقام نخلہ میں ایک قریشی قافلہ کے لئے روانہ فرمایا
جس روز قافلہ سامنے آیا تو اتفاقاً ماہ رجب کی پہلی تاریخ تھی اور رجب ان
مہینوں میں سے ہے جن میں ابتداء اسلام میں قتل و قتال حرام تھا لیکن حضرات
صحابہ اس تاریخ کو جمادی الثانیہ کی تیسویں تاریخ سمجھ رہے تھے جیسا کہ لباب
النفول اور بیضاوی میں ابن جریر اور بیہقی سے نقل کیا ہے اس لئے مشورہ کے بعد
یہی قرار پایا کہ مقابلہ کرنا چاہئے۔ بالآخر مقابلہ ہوا تو رئیس قافلہ مارا گیا اور دو

نجران اور سریہ علیہ السلام بجانب یمن اور اسی سال حجۃ الوداع ہوا۔

اس سال آنحضرت ﷺ نے صرف ایک سریہ کی روانگی کا بسر کردگی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حکم فرمایا تھا، جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد روانہ ہو سکا یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محدثین اور مؤرخین اسلام کی اصطلاح میں غزوہ اور سریہ کا اطلاق کچھ ایسا عام ہے کہ ذرا ذرا سے معمولی واقعات کو بھی غزوہ اور سریہ کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ اگر ایک یا دو آدمی کسی مجرم کی گرفتاری کے لئے گئے تو مؤرخین اس کو بھی سریہ کہتے ہیں، چند آدمی کسی معمولی قبیلے کی اصلاح یا ان کے حالات کی خبر لینے کو گئے ان کو سریہ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح غزوہ کے مفہوم میں مؤرخین کی اصطلاح میں نہایت توسع ہے اور یہی وجہ ہے کہ غزوات یا سریا کی مجموعی تعداد مذکور الصدر بیان کے مطابق چھیاٹھ تک پہنچتی ہے ورنہ ہمارے عرف میں جہاد اور غزوہ جس اہم جنگ کو سمجھا جاتا ہے وہ ان تمام واقعات میں صرف چند ہیں جن کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

اہم غزوات و سریا اور واقعات متفرقہ

پہلا سریہ امارت حمزہ رضی اللہ عنہ

ہجرت کے سات مہینہ کے بعد ماہ رمضان المبارک میں نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین پر امیر لشکر بنا کر ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا اور قریش کے ایک قافلہ کی طرف روانہ کیا۔ لیکن جب یہ حضرات دریا کے کنارے پہنچے اور باہمی مقابلہ ہوا تو مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان میں پڑھ کر جنگ کو

کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ جلد موقع پر پہنچیں اور اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کریں، قریش پہلے ہی مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے گاٹھ رہے تھے؟ اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً نو سو پچاس نوجوانوں کا ایک لشکر جن میں سو گھوڑے کے سوار اور سات سو اونٹ تھے آپ ﷺ کے مقابلے کے لئے روانہ ہو گیا، اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور متمول لوگ سب کے سب شریک تھے۔

صحابہ ﷺ کی جاٹاری

رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ نے اپنی جان و مال کو پیش کر دیا۔ عمر ابن وقاص رضی اللہ عنہ اس وقت کم عمر تھے اس لیے آنحضرت ﷺ نے ان کو شرکت جہاد سے روک دیا تو وہ رونے لگے اس پر آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور وہ بھی شریک جہاد ہوئے۔

انصار میں سے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ نے اٹھ کر کہا کہ خدا کی قسم آپ ﷺ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں (صحیح مسلم) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے۔

یہ سن کر آپ بہت مسرور ہوئے، آگے بڑھنے کا حکم فرمایا، بدر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان تو اپنے قافلہ تجارت کو لے کر نکل گیا ہے۔ اور قریش کا بڑا لشکر اسی میدان کے دوسرے کنارے پڑا ہے اور قافلہ نکل جانے کے بعد بھی ابو جہل نے لوگوں کو یہی مشورہ دیا کہ جنگ کو ملتوی نہ کیا جائے۔

مسلمانوں کا یہ لشکر یہ سن کر آگے بڑھا۔ لیکن قریش پہلے پہنچ کر ایسی جگہ پر

آدمی گرفتار ہوئے، باقی بھاگ گئے اور مسلمانوں کو بہت سامان غنیمت ہاتھ آیا، جو امیر سر یہ نے شرکاء جہاد میں تقسیم کر دیا ہے اور پانچوں حصہ بیت المال کے لیے نکال رکھا، اور بعض روایات میں ہے کہ کل مال غنیمت لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں شہر حرام یعنی رجب میں مقاتلہ کا حکم نہ دیا تھا، بالآخر یہ مال غنیمت آپ ﷺ نے غزوہ بدر سے فارغ ہونے کے بعد اس کے مال غنیمت کے ساتھ تقسیم کیا۔

اس واقعہ سے عرب میں یہ چرچا ہوا کہ آپ ﷺ نے شہر حرام میں قتال کو جائز کر دیا اس وقت آیت کریمہ یَسْتَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ان کے جواب کے لئے نازل ہوئی۔

غزوہ بدر

مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ایک کنویں کا نام بدر ہے، اور اسی کے نام سے ایک گاؤں کی آبادی بھی ہے یہ عظیم الشان جہاد اسی سرزمین پر ہوا ہے جس کا واقعہ بالا اختصار یہ ہے قریش کا مایہ ناز اور ان تمام تر قوت و شوکت کا سبب چونکہ ملک شام کی تجارت تھی اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی شوکت توڑنے کے لئے اس سلسلہ کو بند کیا جائے۔ ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے آرہا تھا۔ نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو تین سو چودہ صحابہ مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر مقابلے کے لئے خود بنفس نفیس تشریف لے گئے، روحانی پہنچ کر ڈیرہ ڈال دیا (روحانہ مدینہ کی جنوبی جانب میں چالیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) ابھر قریشی قافلے کے سردار کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ اس لئے وہ راستہ چھوڑ کر دریا کے کنارے کنارے قافلہ کو لے چلا اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑایا

الغرض صفیں درست ہو گئیں۔ تو پہلے قریش کے تین بہادر نکلے، مسلمانوں میں سے حضرت علیؓ اور حمزہؓ، بن عبدالمطلب اور عبیدہ بن الحارثؓ نے ان کا مقابلہ کیا۔ تینوں کا فرقت ہو گئے۔ مسلمانوں میں صرف عبیدہؓ زخمی ہوئے، حضرت علیؓ نے ان کو کندھے پر اٹھا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچا دیا، آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے تکیہ لگا کر ان کو لٹایا اور ان کے چہرے کا غبار خود دست مبارک سے صاف فرمایا۔

دامن سے وہ پونچھتا ہے آنسو رونے کا کچھ آج ہی مزا ہے

عبیدہؓ نے دم توڑتے ہوئے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ کیا میں شہادت سے محروم رہا، آپ نے فرمایا کہ نہیں تم شہید ہو، اور میں اس پر گواہ ہوں، اب تو عبیدہؓ مسرت سے کہنے لگے کہ آج ابوطالب زندہ ہوتے، تو انہیں تسلیم کرنا پڑتا کہ ان کے اشعار کا پورا مستحق میں ہوں۔ ❶

جب عبیدہؓ کی وفات ہو گئی تو خود سرور کائنات ﷺ ان کی قبر میں اترے اور اپنے دست مبارک سے دفن کیا یہ امتیازی فضیلت تمام صحابہؓ میں صرف عبیدہؓ کا حصہ تھا (کنز)

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کو بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

❶ آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب جو ہمیشہ آپ ﷺ کی حمایت میں سرگرم تھے انہوں نے اپنے جذبہ حمایت کو ان اشعار میں ادا فرمایا تھا۔

كذبتم وبيت الله هنري محمد
ولما نطق عن حوده و ناصل
وندمعل من ابنائنا والحلالل

یعنی بیت اللہ کی قسم تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ ہم محمد (ﷺ) کو بغیر سخت تیز دباڑی اور تیر امتیازی کے پر دفاک کر دیں گے یا آپ ﷺ کو دشمنوں کے سپرد کر دیں گے۔ یہاں تک کہ ہماری لاشیں آپ کے گرد پڑی ہوں اور ہم اپنے بیٹوں کو بھول جائیں (از کلمہ ص ۵۷) یعنی بڑا قریب رشتہ دار جو خداوند تعالیٰ سے بیگانہ ہوں اس ایک شخص پر خدا ہے جہاں تک حق ہو۔

قابض ہو چکے تھے جو جنگی محاذ کے لئے بہتر تھی۔ پانی کے مواقع بھی سب اسی طرف تھے۔ مسلمان بچے تو ایسی ریتلی زمین میں ان کے حصہ میں آئی کہ اس میں چلنا دشوار ہونے کے علاوہ پانی کا نام نہیں۔

غیبی امداد

لیکن خداوند عالم فتح و نصرت کا وعدہ فرما چکا تھا، ایسے ہی اسباب مہیا فرما دیئے کہ اسی وقت بارش ہوئی جس سے زمین کا ریت جم گیا، تمام لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا، اور پلایا اور اپنے برتن سب بھر لئے اور زمین میں باقی ماندہ پانی کو حوض بنا کر روک دیا گیا، ادھر اسی بارش نے کفار کی زمین پر اس قدر کچڑ پیدا کر دیا کہ چلنا مشکل ہو گیا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے تو نبی کریم ﷺ صفوفِ قتال کو درست کرنے کے لئے خود کھڑے ہوئے، چنانچہ یہ لشکر ایک مستحکم دیوار کی صورت بن کر کھڑا ہو گیا۔

مسلمانوں کا ایفاءِ وعدہ

اس وقت جب کہ تین سو بے سرو سامان آدمیوں کا مقابلہ ایک ہزار باشوکت کافروں سے ہے، ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص بھی اس وقت ان کی امداد کو پہنچ جائے تو وہ کس قدر غنیمت معلوم ہو گا۔ لیکن اسلام میں پابندی عہد ان سب باتوں سے مقدم ہے۔ عین میدانِ کارزار میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ابو جہل رضی اللہ عنہ دو صحابی شرکتِ جہاد کے لئے پہنچتے ہیں مگر آپ اپنے راستے کا حوالہ بیان کرتے ہیں کہ راستے میں کفار نے روکا کہ تم محمد ﷺ کی امداد کو جا رہے ہو، ہم نے انکار کیا اور عدم شرکت کا وعدہ کر لیا۔ جب آپ ﷺ کو اس وعدہ کا علم ہوا تو دونوں کو شرکتِ جہاد سے روک دیا اور فرمایا کہ ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے۔ ہمیں اللہ کی امداد کافی ہے اور بس۔ (صحیح مسلم)

کے شانہ پر تلوار ماری جس سے شانہ کٹ گیا مگر ایک تسمہ باقی رہا۔ معاذ نے عمرہ کا تعاقب کیا مگر وہ بھاگ گئے پھر معاذ اسی حالت میں مصروف جہاد ہو گئے لیکن ہاتھ کے ٹٹکنے سے تکلیف ہوتی تھی اس لئے ہاتھ کو نیچے دبا کر کھینچا کہ وہ تسمہ بھی الگ ہو گیا اور پھر مصروف جہاد ہو گئے۔ (سیرت حلبیہ ص ۵۵۳ ج ۱)

ایک عظیم الشان معجزہ، ایک مٹھی کنکروں سے سارے لشکر کو شکست اور ملائکہ کی امداد

آنحضرت ﷺ نے بحکم خداوندی ایک مٹھی بھر کنکریاں دشمن کے لشکر کی طرف پھینکیں اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ دفعہ ان پر ٹوٹ پڑو۔

ادھر ظاہر اسباب میں صحابہ کی تھوڑی سی جماعت ان کی طرف بڑھی اور ادھر خداوند عالم نے ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیج دی۔ اور اپنا وعدہ نصرت پورا فرما دیا۔

قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور باقی کے پاؤں اکھڑ گئے بھاگنا شروع کیا۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا، ان میں بعض کو قتل اور بعض کو قید کر لیا۔ جس میں ستر آدمی مقتول اور ستر گرفتار ہوئے، قریش کے بڑے بڑے سردار، عتبہ، شیبہ، ابو جہل، امیہ بن خلف سب ایک ایک کر کے مارے گئے، اور ادھر مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے، مہاجرین میں سے چھ اور آنٹھ انصار میں سے۔

تبئیہ

یہ غزوہ دراصل اول سے آخر تک اسلام کا کھلا معجزہ تھا۔ ورنہ اس میں مسلمانوں کی فتح کوئی معنی نہیں رکھتی، کیونکہ ادھر ایک ہزار نو جوانوں کا عظیم الشان لشکر ہے اور ادھر صرف تین سو چودہ آدمی، ادھر بڑے بڑے دولت مند امراء ہیں

صحابہ کا حیرت انگیز ایثار و جانبازی

اس وقت جب دونوں لشکر ملے تو دیکھا گیا کہ بہت سے اپنے ہی تخت جگر
تلواروں کی زد میں ہیں، مگر اس حزب اللہ کا عقیدہ تھا۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے کمین بیگانہ کا شناسا باشد

چنانچہ جب صدیق اکبر ؓ کے بیٹے (جواب تک کا فر تھے، میدان میں آئے،
تو خود حضرت صدیق ؓ کی تلوار ان کی طرف بڑھی۔ غصہ سامنے آیا تو اس کے فرزند
حضرت حذیفہ ؓ تلوار کھینچ کر باہر نکلے۔ حضرت عمر ؓ کا ماموں میدان میں بڑھا
تو فاروقی تلوار نے خود اس کا فیصلہ کیا۔ (سیرت ابن ہشام و استیعاب ابن عبد البر)

اس کے بعد گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، ادھر میدان کا رزار گرم تھا ادھر سید
الرسول ؐ سجدے میں پڑے ہوئے فتح و نصرت کی دعا مانگ رہے تھے۔ بالآخر
نبی شہادت نے آپ ؐ کو مطمئن فرمایا۔

ابو جہل کی ہلاکت

چونکہ ابو جہل کی شرارت اور اسلام کی دشمنی سب میں مشہور ہے اس لئے
انصار میں سے حضرت معوذ ؓ اور معاذ ؓ دونوں بھائیوں نے عہد کیا تھا کہ
وہ جب ابو جہل کو دیکھیں گے تو یا اسے مار دیں گے یا خود مر جائیں گے اس عہد پر
یہ دونوں بھائی اپنا عہد پورا کرنے کے لئے نکلے مگر ابو جہل کو پہچانتے نہ تھے اس
لئے عبدالرحمن بن عوف سے پوچھا کہ ابو جہل کون سا ہے؟ انہوں نے اشارہ
سے بتلایا، بتلانا تھا کہ دونوں باز کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے، ابو جہل اسی وقت
خاک و خون میں تھا۔

ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو بعد میں مسلمان ہوئے، پیچھے سے آکر معاذ

اسلامی مساوات

ان قیدیوں میں آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے (جو بعد میں مسلمان ہوئے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ رات کو قید کی تکلیف سے کراہتے تھے، ان کی آواز آپ ﷺ کے گوش مبارک میں پہنچی تو خنید اڑ گئی، لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو خنید کیوں نہیں آئی؟ ارشاد ہوا کہ میں کیسے سو سکتا ہوں جب کہ میرے عم بزرگوار کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی ہے۔ (کنز ص ۵۷۲)

یہ سب کچھ تھا مگر مساوات اسلامی اس کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اپنے ضعیف العمر عم بزرگوار کو قید سے رہا کر دیا جائے جس طرح سب سے فدیہ لیا گیا۔ ان سے بھی اسی طرح وصول کیا گیا بلکہ عام قیدیوں کی نسبت سے کچھ زیادہ، کیونکہ عام اسیروں سے چار ہزار اور امراء سے کچھ زیادہ لیا گیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی غنی تھے ان کو بھی چار ہزار سے زیادہ دینا پڑا۔

انصار نے بھی عرض کیا کہ عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ معاف کر دیا جائے مگر اسلامی مساوات میں عزیز و اقارب اور دوست دشمن سب برابر تھے، انصار کے کہنے پر بھی یہ قبول نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے داماد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی اسیران جنگ میں آئے، ان کے پاس فدیہ کے لیے مال نہ تھا۔ اس لئے ان کی زوجہ یعنی آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو مکہ میں مقیم تھیں کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ ان کے گلے میں ایک ہار تھا۔ جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے جہیز میں دیا تھا، وہی گلے سے اتار کر بھیج دیا، جب آپ نے یہ ہار دیکھا تو بے اختیار آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اگر تم سب راضی ہو تو زینب رضی اللہ عنہا کے

جو تہا سارے لشکر کی رسد وغیرہ کا خرچ خود اٹھا سکتے ہیں اور ادھر بے سرو سامان مفلس لوگ، ادھر سواروں کی جمعیت اور ادھر مسلمانوں کے لشکر میں صرف دو گھوڑے، ادھر ہر قسم کے ہتھیار و اسلحہ کی بھرمار اور ادھر صرف معدودہ تلواریں۔

یورپین مؤرخین حیرت میں ہیں کہ یہ کیسے ہو گیا؟ انہیں خبر نہیں کہ فتح و نصرت، کامیابی یا ناکامی، گھوڑوں اور تلواروں یا مال و دولت کے قبضے میں نہیں ہیں بلکہ اس میں اور کوئی ہاتھ کار فرما ہے لیکن اسباب ظاہری کے دلدادہ، برق بھاپ کے پوجنے والے کہاں اس حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔ اکبر نے خوب کہا ہے۔

چھوڑ کر بیٹھا ہے یورپ آسمانی باپ کو

بس خدا سمجھا ہے اس نے برق کو اور بھاپ کو

اسیران جنگ بدر کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک تہذیب کے مدعی یورپیوں کے لیے سبق

اسیران جنگ بدر جب مدینہ طیبہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے دو دو چار چار کر کے صحابہ میں تقسیم کر دیئے اور سب کو حکم فرمایا کہ ان کو آرام کے ساتھ رکھیں جس کا اثر یہ تھا کہ صحابہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابو عزیز بھی ان قیدیوں میں تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے جن انصار کے سپرد کیا گیا تھا جب وہ کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے تھے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔

اسیران جنگ کے معاملہ میں بعد مشورہ صحابہ یہ طے ہوا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے چنانچہ چار چار ہزار فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

لوگ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کر کے ہاتھ جھاڑ رہے تھے۔ (سیرت مغلطائی ص ۳۵)

اسی سال بعد واپسی غزوہ بدر پہلی مرتبہ عید الفطر پڑھی گئی، رمضان کے روزے اور صدقۃ الفطر بھی اسی سال واجب ہوئے، عید الاضحیٰ کی نماز اور قربانی بھی اسی سال واجب ہوئیں۔ (سیرت مغلطائی)

اس سال ماہ ذی الحجہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی۔

۳۔ غزوہ أحد و غطفان وغیرہ

غزوہ غطفان اور آپ ﷺ کے خلق عظیم کا معجزہ

۳۔ میں ساڑھے چار سو آدمی لے کر دشمن بن الحارث بن ابی سفیانہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا۔ آنحضرت ﷺ مقابلہ کے لئے تشریف لائے تو سب نے بھاگ بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لی۔ نبی کریم ﷺ مطمئن ہو کر میدان سے واپس آئے، اس وقت اتفاقاً بارش سے آپ ﷺ کے کپڑے تر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو سکھانے کے لیے نکال کر درخت پر پھیلا دیئے اور خود ان کے سایہ میں لیٹ گئے۔ ادھر پہاڑ کے اوپر دشمن دیکھ رہا تھا، جب اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ مطمئن ہو کر لیٹ گئے تو سیدھا آپ ﷺ کے سر ہانے پہنچا اور تلوار کھینچ کر سامنے آیا اور کہا بتلاؤ، اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا، مگر مقابلے میں خدا کا رسول تھا بغیر کسی خوف و ہراس کے جواب دیا کہ ہاں اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ اس کلمہ کا سننا تھا کہ دشمن کے بدن میں ریشہ پڑ گیا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی اب نبی کریم ﷺ نے تلوار اٹھا کر فرمایا۔ تم بولو، اب تمہیں کون بچائے گا؟ اس کے پاس

سیرت خاتم الانبیاء ﷺ
 پاس یہ اس کی والدہ کی یادگار ہے۔ اس کو واپس کر دوں۔ صحابہ نے بخوشی قبول کر کے واپس کر دیا اور ابو العاص سے کہہ دیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد احمد ص ۳۳۶)

ابو العاص کا اسلام

ابو العاص آزاد ہو کر مکہ پہنچے اور شرط کے موافق حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیجا، ابو العاص ایک بڑے تاجر تھے۔ اتفاقاً دوسری مرتبہ پھر ملک شام سے مال لاتے ہوئے کپڑے گئے اور پھر اس مرتبہ رہا ہو کر مکہ واپس آئے تو تمام شرکاء کا حساب بے باق کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے اور لوگوں سے کہہ دیا کہ میں اس لئے یہاں آ کر مسلمان ہوتا ہوں کہ لوگ یوں نہ کہیں کہ ہمارا مال لے کر تقاضہ کے ڈر سے مسلمان ہو گیا یا ہجر واکراہ مسلمان کر لیا گیا۔ (بارخ طبری ش)
 بدر کے قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے، رسول اللہ ﷺ نے سب کے کپڑے دلوادئے مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قد اس قدر لمبا تھا کہ کسی کا کرتہ ان کے بدن پر راست نہ آیا تو عبد اللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے اپنا کرتہ دیدیا۔

آنحضرت ﷺ نے جو اپنا کرتہ عبد اللہ بن ابی کے کفن میں عنایت فرمایا تھا اس میں اس احسان کا معاوضہ بھی ملحوظ تھا۔ (صحیح بخاری)

اسلامی سیاست اور ترقی تعلیم

اسیران جنگ میں جو لوگ فدیہ نہیں دے سکتے تھے ان میں سے جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان سے کہا گیا کہ تم دس بچوں کو لکھنا سکھا دو، یہی تمہارا فدیہ ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس طرح لکھنا سکھا تھا۔

اس سال کے واقعات متفرقہ

اسی سال اتوار کے روز آنحضرت ﷺ غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو

اونٹ تھے اور چودہ عورتیں بھی اس عرض کے لیے ساتھ تھیں کہ مردوں کو غیرت دلائیں اور اگر بھاگیں تو لعنت ملامت سے شرمادیں۔

ادھر آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو اس وقت اسلام لا چکے تھے مگر ابھی تک مکہ میں ہی مقیم تھے، انہوں نے فوراً تمام حالات لکھ کر ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دیئے، آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو فوراً دو آدمی تحقیق حالات کے لئے بھیجے، انہوں نے آکر خبر دی کہ قریش کا لشکر مدینہ آ پہنچا، چونکہ شہر پر حملہ کا اندیشہ تھا۔ ہر طرف پہرے بٹھا دیئے گئے اور صبح کو آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے کے بعد ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے، جن میں عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے قین سوہم خیال منافقین بھی شامل تھے، مگر یہ سب کے سب راستے ہی سے واپس ہو گئے اور اب مسلمانوں کا لشکر صرف سات سو ہی رہ گیا۔

فوج کی ترتیب اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لڑکوں کا شوقی جہاد

مدینہ سے نکل کر جب فوج کا جائزہ لیا گیا تو کمسن بچے واپس کر دیئے گئے مگر بچوں میں جہاد کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ جب رافع بن خدیج سے کہا گیا کہ تمہاری عمر کم ہے، تم واپس جاؤ تو بچوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے کہ اونچے معلوم ہونے لگیں چنانچہ وہ جہاد میں لئے گئے۔

سمرۃ ابن جندب رضی اللہ عنہ جو ان کے ہم عمر تھے، جو انہوں نے دیکھا تو عرض کیا کہ میں تو رافع کو لڑائی میں بچھاڑ سکتا ہوں، اگر وہ جہاد میں لئے جاتے ہیں تو مجھے ہر درجہ اولیٰ لینا چاہئے۔ ان کے کہنے کے مطابق دونوں میں مقابلہ کرایا گیا۔ سمرہ نے رافع کو بچھاڑ دیا اور ان کو بھی جہاد میں لے لیا گیا۔ (مارخ طبری ج ۳ ش)

کیا اشاعت اسلام کو بروز شمشیر کہنے والے ان قربانیوں کو دیکھ کر بھی اپنے

سیرت خاتم الانبیاء علیہ السلام
اس کے سوا کیا جواب تھا کہ کوئی نہیں، نبی کریم ﷺ کو اس کی بے چارگی پر رحم آگیا
اور اس کو معاف فرما کر چھوڑ دیا۔ (سیرت مغلطائی ص ۳۹)

دعشور یہاں سے اٹھا اور یہ اثر لے کر اٹھا کہ نہ فقط خود مسلمان ہوا بلکہ اپنی قوم
میں جا کر اسلام کا ایک زبردست مبلغ بن گیا۔ ❶

دل میں سا گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

حضرت حفصہؓ اور زینبؓ سے نکاح

شعبان ۳۰ھ میں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور رمضان
۳۰ھ میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں
آئیں۔ (سیرت مغلطائی)

غزوہٴ اُحد

اُحد مدینہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جس جگہ جہاد ہوا ہے، اسی جگہ حضرت
ہارون الرشیدؓ کی قبر بھی ہے یہ باتفاق جمہور شوال ۳۰ھ میں ہوا ہے، اور تاریخ میں
مختلف اقوال ہیں ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶ (زرقاتی شرح مواہب ص ۲۰ جلد ۳)

بدر کے شکست خوردہ مشرکین نے سال بھر کے بعد جب کچھ ہوش سنبھالا تو
حرارت انتقام بڑھنے لگی اور اس مرتبہ نہایت اہتمام سے مدینہ پر چڑھائی کا
ارادہ کیا اور اس غرض کے لیے تین ہزار نو جوانوں کا لشکر پورے ساز و سامان کے
ساتھ مدینہ کی طرف بڑھا، جن میں سات سو زہریں اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار

❶..... شہر و چشمی سے اعتراض کرنے والی ہر بی اتواہم دیکھیں کہ اشاعت اسلام کا ذریعہ یہ غلیظ عقائد کھوار
کا زور پامال کی طرح ہے۔ ۱۲۔

ہو گئے۔ (ذکر کافی شرح مواب ص ۳۳ ج ۲)

اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ مسلمانوں کی فوج میں مایوسی چھا گئی، بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے، لیکن بہت سے جاں نثار لوگ اس وقت بھی برابر سرگرم قتال تھے۔ مگر سب کی نگاہیں اسی کعبہ مقصود (رسول اللہ ﷺ) کو اشتیاق کے ساتھ ڈھونڈ رہی تھیں، سب سے پہلے حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کی نظر آپ ﷺ پر پڑی تو انہوں نے خوشی سے پکارا کہ مبارک ہو رسول اللہ یہاں بخیر و عافیت تشریف فرما ہیں۔

یہ سنتے ہی صحابہ آپ ﷺ کی طرف دوڑ پڑے مگر ساتھ ہی کفار نے بھی سب کی طرف سے ہٹ کر اسی جانب رخ کیا۔ کئی مرتبہ آپ ﷺ پر حملہ ہوا، مگر آپ ﷺ محفوظ رہے۔

ایک مرتبہ جب کفار نے ہجوم کیا، تو ارشاد ہوا، کون مجھ پر جان دیتا ہے، حضرت زیاد ابن سکن مع چار اصحاب کے آگے بڑھے۔ سب کے سب نہایت دلبرانہ جانبداری کے ساتھ شہید ہو گئے، جب زیادہ زخمی ہو کر گرے تو ارشاد فرمایا کہ ان کا لاشہ قریب لاؤ، لوگ اٹھا لائے۔ اس وقت تک کچھ جان باقی تھی۔ قدموں پر منہ رکھ دیا، اور اسی حالت میں جان دے دی، سبحان اللہ۔

آپ ﷺ کے چہرہ انور کا زخمی ہونا

قریش کا مشہور بہادر عبد اللہ ابن قثمہ، صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور آنحضرت کے چہرہ انور پر تگوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں گھس گئے اور ایک دندان مبارک شہید ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود کی کڑیوں کو زخم سے نکالنے کے لئے آگے بڑھے تو ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے قسم دی کہ خدا کے لئے یہ خدمت مجھے کرنے دو اور خود آگے بڑھ کر ہاتھ کے ہجائے

افترا سے نہ شرمائیں گے؟

الغرض مقابلہ پر پہنچ کر نبی اکرم ﷺ نے صف آرائی فرمائی اُحد پہاڑ پشت کی طرف تھا، اس لئے اس کی طرف سے غنیم کے آنے کا احتمال تھا، آپ ﷺ نے پچاس آدمی پہاڑ پر پہرے کے لئے کھڑے کر دیئے اور ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔

لڑائی شروع ہوئی اور دیر تک گھمسان کی لڑائی کے بعد جب فوجیں ہٹیں تو مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا، قریش بدحواس ہو کر منتشر ہو گئے مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا، یہ دیکھتے ہی وہ لوگ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آ گئے جن کو عقب کی جانب پہاڑ پر نگرانی کے لیے مقرر فرما دیا تھا۔

ان کے امیر عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بہت منع کیا مگر وہ یہ سمجھ کر کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں رہی، یہاں سے ہٹ گئے، نہ ر کے اور یہاں صرف چند صحابہ رہ گئے۔

یہ دیکھ کر خالد بن ولید نے (جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے) عقب کی جانب سے دفعہ حملہ کیا، عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے باقی ماندہ چند ساتھیوں نے نہایت جان بازی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا، بالآخر سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب راستہ صاف ہو گیا تو خالد اپنے دستے کے ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور دونوں فوجیں اس طرح مل گئیں کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، یہ چونکہ آنحضرت ﷺ کے مشابہ تھے، ان کی شہادت سے یہ مشہور ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے اور بعض روایات میں ہے کہ کسی شیطان یا مشرک نے زور سے یہ آواز دے دی کہ محمد (ﷺ) قتل

سب پر عذاب خداوند نازل ہو جاتا۔ (فتح الباری غزوہ احد)

اس غزوہ میں کفار کے صرف بائیس یا تیس آدمی مارے گئے اور مسلمانوں میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔

۳۲

سریہ منذر بجانب بیر معونہ

اسی سال ماہ صفر میں آپ ﷺ نے ستر صحابہ کا ایک دستہ اہل نجد کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا، جن میں بڑے بڑے علماء و صلحاء شامل تھے، وہاں پہنچے تو عامر، رعل، زکوان، عصبہ ان کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے، بالآخر جنگ ہوئی اور اتفاقاً سب شہید ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ کو اس سے سخت رنج پہنچا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے قاتلین کے لیے چند روز صبح کی نماز میں ہمد عافرمائی۔ (سیرت مملکتی ص ۵۳)
اور اسی سال ماہ شوال میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے عقد میں آئیں۔

۳۳ قریش اور یہود کی متفقہ سازش اور غزوہ احزاب

قریش اور یہود کا اتفاق

جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں یہود سے مصالحت کا معاہدہ فرمایا تھا، جس کو نبی اکرم ﷺ وفا کرتے رہے لیکن چونکہ یہودی مدینہ طیبہ کے رئیس اور بڑے مانے جاتے تھے آپ کے تشریف لانے کے بعد اسلام کی روز افزوں ترقی اور شوکت کو دیکھ کر ان کو سخت غیظ ہوتا تھا اور اسی لئے ہمیشہ آنحضرت

سیرت خاتم النبیین ﷺ
اپنے منہ سے ان کڑیوں کو کھینچا تو پہلی مرتبہ ایک کڑی نکلی مگر ساتھ ہی اس کے
زور سے ابو عبیدہ کا ایک دانت بھی گر گیا۔ یہ دیکھ کر دوسری کڑی نکالنے کے لیے
پھر حضرت صدیق ﷺ بڑھنے لگے تو ابو عبیدہ ﷺ نے پھر قسم دے کر ان کو روکا اور
خود ہی دوبارہ اسی طرح منہ سے دوسری کڑی نکالی جس کے ساتھ ابو عبیدہ ﷺ کا
دوسرا دانت بھی گر گیا۔ (ابن حبان و طبرانی و دارقطنی وغیرہ از کنز ص ۳۲۷ ج ۵)

ابو طلحہ ﷺ ایک ڈھال کے ذریعہ آپ کی حفاظت کر رہے تھے، آپ ﷺ
جب گردن اٹھا کر فوج کی طرف دیکھتے تو ابو طلحہ ﷺ کہتے تھے یا رسول اللہ! آپ
سر نہ اٹھائیے نصیب اعداء کوئی تیر نہ لگ جائے، اس کے لئے آپ ﷺ سے پہلے
میرا سینہ موجود ہے۔ (بخاری غزوہ احد)

ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ، اگر میں قتل ہو گیا تو میرا ٹھکانا
کہاں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ان کے ہاتھ میں کچھ بھجوریں تھیں
جو کھا رہے تھے، یہ سنتے ہی انہیں پھینک کر سیدھے معرکہ میں پہنچے اور سر گرم قتال
ہونے کے بعد شہید ہو گئے۔ (بخاری غزوہ احد)

یہ قریش بد بخت بے رحمی کے ساتھ آپ ﷺ پر تیر تلواریں برسا رہے تھے مگر
رحمۃ للعالمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

(اے میرے پروردگار میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں)

(فتح الباری ہندی پارہ ۱۶ صفحہ ۴۸ غزوہ احد)

چہرہ انور سے خون جاری تھا، اور سرِ پاپا رحمت اس کو کسی کپڑے وغیرہ سے
پونچھتے جاتے تھے اور فرمایا کہ اگر اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جاتا تو

کے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی ؓ نے رائے دی کہ کھلے میدان میں جنگ کرنا مناسب نہیں، بلکہ جس طرف سے مدینہ کے اندران کے گھسنے کا احتمال ہے اس طرف خندق کھودی جائے، چنانچہ آپ ﷺ تین ہزار صحابہ ؓ کو ساتھ لے کر خندق کھودنے کے لیے خود بھی کمر بستہ ہو گئے، چھ دن میں یہ پانچ گز گہری خندق اس طرح تیار ہوئی کہ اس کے کھودنے میں خود سید المرسل ﷺ کے دست مبارک کا ایک بڑا حصہ تھا۔ (سیرت مغلطائی ص ۵۶)

ایک مرتبہ خندق کھودتے ہوئے ایک پتھر کی چٹان نکل آئی۔ جس کی وجہ سے سب کے سب عاجز ہو گئے، آپ ﷺ نے خود دست مبارک سے ایک پھاوڑا مارا تو اس کے ٹکڑے اڑ گئے، غرض خندق تیار ہو گئی۔

ادھر کفار کا لشکر آ پہنچا، اور مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً پندرہ روز تک مسلمان اس میں محصور رہے۔

محاصرہ کی وجہ سے مدینہ میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ رسد کی قلت سے صحابہ پر تین تین دن فاقے سے گزر گئے۔

ایک روز مضطر ہو کر صحابہ نے اپنے پیٹ کھول کر آنحضرت ﷺ کو دکھائے کہ سب نے پیٹ سے پتھر باندھ رکھے تھے، آپ ﷺ نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے، ادھر محاصرین جب خندق عبور نہ کر سکے تو اس سے تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیئے جا نہیں سے مسلسل تیر اندازی ہوئی یہ سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔

کفار پر ہوا کا طوفان اور نصرت الہی

بالآخر خداوند کریم نے اس بے سرو سامان جماعت کی امداد فرمائی اور لشکر کفار ہوا کا ایک ایسا طوفان مسلط فرما دیا کہ خیموں کی چوبیس اکھڑ گئیں، چوہلوں سے

اور مسلمانوں کے درپے آزار دہن تھے۔

غزوہ بدر میں جب مسلمانوں کو حیرت انگیز فتح یابی ہوئی تو ان کے غیظ و غضب کی انتہاء رہی اور بالآخر انہوں نے علانیہ عہد شکنی شروع کر دی، چنانچہ ۲۰ھ میں ان کے قبیلہ بنی قینقاع نے اعلان جنگ کیا، یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کی، مقابلہ ہوا تو وہ سب قلعہ بند ہو گئے، کچھ عرصہ محصور رہنے کے بعد جلاوطن ہو کر قینقاع شام کے علاقہ میں ہونٹنیر خیبر وغیرہ میں چلے گئے۔

ادھر قریش مکہ پہلے سے یہاں کے یہود اور منافقین کو خطوط لکھ کر نہ صرف مخالفت پر اکسار رہے تھے بلکہ یہ دھمکی بھی ساتھ تھی کہ اگر تم محمد (ﷺ) کو وہاں سے نکال نہ دو گے تو ہم تمہارے ساتھ بھی جنگ کریں گے۔ (ابوداؤد)

اس وقت یہ اسباب باہمی ربط و اتحاد کا بہانہ بن گئے اور اب قریش مکہ، یہود مدینہ اور منافقین، سب کی مجموعی طاقتیں اسلام کے خلاف کھڑی ہو گئیں۔ مکہ سے مدینہ تک تمام قبائل میں ایک آگ سی لگ گئی۔ چنانچہ غزوہ ذات الرقاع مورخہ ۱۰ھ میں اسی سازش کا نتیجہ تھا۔ اور پھر غزوہ دومہ الجندل جو ربیع الاول ۱۱ھ میں واقع ہوا۔ وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ غزوہ بنی مصطلق مورخہ ۲ شعبان ۱۱ھ کا باعث بھی یہی متفقہ سازش تھی۔ یہ سازشیں ایک عرصہ تک اسی طرح مختلف صورتوں میں ظاہر ہو کر ترقی کرتی رہیں۔

غزوہ احزاب اور واقعہ خندق

بالآخر ذی قعدہ ۱۱ھ میں سب اپنی پوری قوتیں جمع کر کے یک بارگی مدینہ طیبہ پر حملہ کی ٹھہرائی اور اس طرح دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار مسلمانوں کو مٹانے کے لئے مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا، نبی کریم ﷺ کو جب خبر ہوئی تو صحابہ کو جمع کر

سب سیراب ہو گئے۔

یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا کہ قریش کو مطلع کر دیں کہ آنحضرت ﷺ اس وقت محض زیارت بیت اللہ کے اور عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں اور کوئی سیاسی غرض نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو کفار نے ان کو روک لیا، ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ایک بول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے جہاد پر بیعت لی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی، بلکہ قریش نے سہیل بن عمرو کو شرائط صلح کرنے کے لئے بھیجا حسب ذیل شرائط طے ہو کر عہد نامہ لکھا گیا اور دس سال کے لئے باہمی صلح ہو گئی۔

- (۱) مسلمان اس وقت واپس جائیں،
- (۲) آئندہ سال صرف تین دن قیام کر کے واپس جائیں،
- (۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں، تلوار ساتھ میں ہو تو میان میں رکھیں،
- (۴) مکہ سے کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور
- (۵) اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے منع نہ کریں،
- (۶) اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیں اور
- (۷) اگر مدینہ سے کوئی آجائے تو کفار اسے واپس نہ کریں۔

یہ تمام شرائط اگرچہ مسلمانوں کے خلاف تھیں اور یہ صلح بظاہر مغلوبانہ تھی لیکن خدا تعالیٰ نے اس کا نام فتح رکھا اور اسی سفر میں سورہ فتح نازل ہوئی صحابہ کو اس طرح

دیگیاں الٹ گئیں جس نے ان کی فوج کے حواس معطل کر دیئے۔ اور ان کا سامان و رسد بھی ختم ہو گیا۔

ادھر حضرت نعیم ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی تدبیر کی جس سے کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی، غرض ایسے اسباب جمع ہو گئے کہ اب کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں میدان صاف ہو گیا۔

واقعات متفرقہ

اسی سال میں حج فرض ہوا، اس تاریخ میں اور بھی مختلف اقوال ہیں، اس سال ماہ جمادی الاولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ یعنی رقیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے فوت ہوئے اور آخر شوال میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کی وفات اور ذیقعدہ میں زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔ اسی سال مدینہ میں زلزلہ آیا اور خسوف قمر ہوا۔ (مغلطائی ص ۵۵)

۶۷ھ

صلح حدیبیہ، بیعت رضوان، سلاطین دنیا کو دعوت اسلام

شروع ذیقعدہ ۶۷ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا ارادہ فرمایا، اور عمرہ کا احرام باندھا۔ صحابہ کی بھی ایک بڑی جماعت جس کی تعداد چودہ پندرہ سو بیان کی جاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی۔ (سیرت مغلطائی)

حدیبیہ مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے اور اسی نام سے گاؤں کا نام بھی حدیبیہ مشہور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر قیام فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

ایک کنواں بالکل خشک تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز سے اس میں اتنا پانی آ گیا کہ

روانہ فرمایا، اس بد بخت نے نامہ مبارک کے ساتھ گستاخی کی اور چاک کر کے پارہ پارہ کر دیا، جب آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو اسی طرح پارہ پارہ کرے جس طرح اس نے ہمارے خط کو کیا ہے۔

سید الرسل ﷺ کی دعا کیسے خالی جاتی، تھوڑے ہی عرصہ بعد خسرو پرویز خود اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے نہایت بیدردی کے ساتھ مارا گیا۔

اور حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو سلطان مصر و اسکندریہ (مقوس) کی طرف بھیجا اس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت اور آپ ﷺ کی صداقت ڈال دی۔ چنانچہ حضرت حاطب کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا، اور آنحضرت ﷺ کے لیے چند تحفے بھیجے، جن میں ایک کنیر ماریہ قطیہ رضی اللہ عنہا اور ایک سفید فخر جس کا نام ذل دل تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار اور بیس جوڑے بھی ہدیہ میں تھے۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بادشاہان عمان یعنی حیر اور عبد اللہ کے پاس بھیجا، ان کو بھی ذاتی تحقیق اور کتب سابقہ کے ذریعہ سے آپ ﷺ کی نبوت کا کما حقہ یقین ہو گیا اور دونوں مسلمان ہو گئے اور اسی وقت سے مال زکوٰۃ کا جمع کرنا شروع کر دیا اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ (از سرور المحرون وغیرہ)

حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کا اسلام

خالد بن ولید اس وقت تک اسلام کے ہر معرکہ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے تھے اکثر غزوات میں اور بالخصوص احد میں محض ان ہی کے ذریعہ کفار کے اکھڑے ہوئے پاؤں جمتے تھے، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد خود بخود مسلمان ہونے کے لئے سفر کرتے ہیں۔ راستہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے

دب کر صلح کرنا سخت ناگوار تھا۔ حضرت عمرؓ نے تو باصرار آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خدا کا یہی حکم ہے اور اسی میں ہمارے مستقبل کی تمام فلاح مضمر ہے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے اس معرکہ کو حل کر دیا، کیونکہ اس صلح کی بدولت اطمینان کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان آمد و رفت شروع ہو گئی۔ کفار آپ ﷺ کی خدمت میں اور مسلمانوں کے پاس آنے جانے لگے۔ ادھر اسلامی اخلاق کی مقناطیسی کشش نے ان کو کھینچنا شروع کیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس عرصہ میں اس قدر کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے اور درحقیقت یہ صلح فتح مکہ کا پیش خیمہ تھی۔

سلاطین دنیا کو دعوت خطوط

اس صلح کی وجہ سے راستہ مامون ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے ارادہ کیا کہ یہ حق کی آواز تمام دنیا کے بادشاہوں تک بھی پہنچا دی جائے۔ چنانچہ عمرو بن امیہؓ کو آصف نامی نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف بھیجا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے نامہ مبارک کو دونوں آنکھوں پر رکھا اور تخت سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور خوش دلی سے اسلام قبول کر لیا اور خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں انتقال کر گیا۔

دجیہ رکلہیؓ کو ہرقل نامی بادشاہ روم کے پاس بھیجا، اسے بھی دلائل قاطعہ اور کتب سابقہ کی شہادتوں سے ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں، چنانچہ اسلام لانے کا ارادہ کر لیا، مگر اس پر تمام رعیت برہم ہو گئی۔ اور اس کو یہ قوی خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو یہ لوگ مجھے سلطنت سے معزول کر دیں گے اس لئے اسلام لانے سے رک گیا۔

حضرت عبداللہ ابن حذافہؓ کو کسریٰ خسرو پرویز کج کلاہ ایران کی طرف

حسب وعدہ آپ ﷺ مع تمام رفقاء کے پھر تشریف لے گئے اور شرائط معاہدہ کی پوری پابندی کے ساتھ عمرہ ادا فرما کر واپس تشریف لے آئے۔

۸۔ سر یہ موتہ و فتح مکہ معظمہ

سر یہ موتہ

موتہ ۱۔ ملک شام میں شہر بلقاء کے مضافات میں بیت المقدس سے تقریباً دو منزل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے، یہاں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان پہلی جنگ ہوئی جس کا باعث یہ تھا کہ عمرو بن شریک نے جو شاہ روم کی طرف بصرہ کا گورنر تھا، آنحضرت ﷺ کے قاصد حارث بن عمیر کو قتل کر دیا تھا، نبی کریم ﷺ نے ۸ھ کے نصف میں تین ہزار صحابہؓ کا لشکر اس کی طرف روانہ کیا۔ جب لشکر موتہ کے قریب پہنچا تو رومیوں کو اطلاع ہوئی وہ ڈیڑھ لاکھ لشکر لے کر مقابلہ کے لئے نکلے، چند روز جنگ ہونے کے بعد خدا تعالیٰ نے ڈیڑھ لاکھ کفار پر تین ہزار مسلمانوں کا رعب اس طرح ڈال دیا کہ پسپا ہونے کے سوا ان کو کوئی صورت نجات نہ ملی۔ (تخصیص السیرۃ)

فتح مکہ

حدیبیہ میں جو صلح نامہ لکھا گیا تھا، مسلمان اپنی عادت کے موافق پوری پابندی کے ساتھ اس پر عامل تھے کس ۸ھ میں قریش نے عہد شکنی کی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک قصد بھیج کر قریش کے سامنے چند شرطیں تجوید عہد صلح کے لئے پیش فرمائیں اور آخر میں تحریر فرما دیا کہ اگر یہ شرطیں منظور نہ ہوں تو حدیبیہ کا معاہدہ

ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اس قصد سے جا رہے ہیں۔ دونوں ساتھ ساتھ
کرمشرف باسلام ہوئے۔ (اسابہ الحافظ)

عہ غزوہ خیبر، فتح فِذک و عمرہ قضا

غزوہ خیبر، فتح فِذک و عمرہ قضا

یہود مدینہ بنو نضیر جب خیبر ۱۰ میں جا کر آباد ہوئے تو خیبر یہودیت کا مرکز بن گیا تھا۔ یہ لوگ تمام اطراف کے عرب کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے تھے، محرم یا جمادی الاول ۷ھ میں آنحضرت ﷺ چار سو پیادہ اور دو سو سواروں کے ساتھ ان پر جہاد کے لئے تشریف لے گئے، قتل و قتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو فتح دی اور یہود کے تمام قلعے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

اس جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیادہ حصہ لیا، اور باب خیبر کو تنہا ہاتھ سے اکھاڑ دیا۔ حالانکہ ستر آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس دروازہ کو آپ ﷺ نے بجائے ڈھال کے استعمال کیا۔ (زرکانی ص ۴۲۹ ج ۲)

فتح فِذک

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہود فِذک کی طرف ایک رسالہ بھیجا، انہوں نے صلح کر لی۔

عمرہ قضا

صلح حدیبیہ میں جو عمرہ چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور کفار قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تین دن سے زائد قیام نہ کریں گے۔ اس سال

کعبہ سے لے لی، اور اندر تشریف لے گئے۔ وہاں سے باہر تشریف لانے کے بعد مقام ابراہیم پر نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے، لوگ اس کے منتظر تھے کہ آج قریش کے حق میں آپ ﷺ کا کیا حکم صادر ہوتا ہے لیکن رحمت عالم نے قریش کو خطاب کر کے فرمایا۔ کہ تم ہر طرح آزاد ہو اور مامون ہو، پھر کعبہ کی کنجی بھی ان ہی کو واپس دے دی۔ (تخصیص السیرۃ)

نبی کریم ﷺ کا خالق اور ابوسفیان کا اسلام

ابوسفیان جواب تک نبی کریم ﷺ کے خلاف قریش کے سب سے بڑے علم بردار تھے اور تقریباً قریش کے تمام معرکوں میں ان کی فوج کے افسر بھی یہی ہوتے تھے، فتح مکہ سے پہلے اسلامی لشکر کی خبر لینے کے لئے مکہ سے باہر نکلے تھے۔ صحابہ ﷺ نے گرفتار کر لیا۔ لیکن جب گرفتار کر کے رحمت للعالمین کے دربار میں حاضر کئے جاتے ہیں تو وہاں سے معافی کا حکم ہو جاتا ہے، اور اسی کا یہ اثر ہے کہ ابوسفیان فوراً اسلام کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں اور اب ہم ان کو حضرت ابوسفیان ﷺ کہتے ہیں۔

فتح مکہ کے دن ایک شخص ہانپتا کانپتا ہوا حاضر ہوا۔ سراپا رحمت نے ارشاد فرمایا کہ ٹھہرو مطمئن رہو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں۔ بلکہ ایک معمولی عورت کا بیٹا ہوں۔

فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ پندرہ روز مکہ معظمہ میں مقیم رہے، اس وقت انصار کو یہ خیال ہو کر رنج تھا کہ اب نبی کریم ﷺ یہیں اقامت فرمائیں گے اور ہم آپ سے دور ہو جائیں گے مگر جب آپ ﷺ کو ان کے اس خیال کی اطلاع ہوئی تو فرمایا نہیں، بلکہ اب تو ہماری موت و حیات تمہارے ساتھ ہے۔ پھر حضرت عتاب ابن اسیدؓ کو مکہ کا امیر مقرر فرما کر خود مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

ٹوٹ گیا۔ قریش نے نقص معاہدہ کو ہی پسند کیا۔

بالآخر آپ ﷺ نے جہاد کی پوری تیاری شروع کر دی اور ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ بروز چہار شنبہ عصر کے بعد دس ہزار صحابہؓ کی جمعیت کے ساتھ آپ ﷺ مدینہ سے نکلے، مقام کدیدیہ میں مغرب کا وقت ہو گیا تو روزہ افطار فرمایا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت خالد بن ولیدؓ کو لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ روانہ کیا کہ اوپر کی جانب سے مکہ میں داخل ہوں۔ اور ان سے فرمایا کہ جو شخص تم سے مقاتلہ نہ کرے تم بھی اس سے قتال نہ کرنا۔

ادھر دوسری جانب سے خود نبی کریم ﷺ داخل ہوئے، اور اعلان فرمادیا کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے۔ البتہ صرف گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا خون معاف فرمادیا جن کا وجود ہر قسم کے فتنوں کا مجسمہ تھا۔ مگر یہ سب منتشر ہو گئے اور پھر ان میں سے اکثر آدمی بعد فتح مکہ کے مدینہ طیبہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

۲۰ رمضان یوم جمعہ کو نبی کریم ﷺ نے طواف کیا، اس وقت تک کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ جب آپ ﷺ کسی بت کے پاس گزرتے تو اشارہ فرمادیتے تھے اور وہ بت منہ کے بل گر پڑتا تھا۔ اور یہ آیت کریمہ زبان مبارک پر تھی۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

فتح کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک

طواف سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ شعی حاسب

تلواروں کا کھیل نہیں بلکہ:

ایں ۱ ہمہ مستی و بیہوشی نہ حد بادہ بود

با حریفان آنچه کرد آں نرگس مستانہ کرد

بدر میں بے سرو سامانی کے ساتھ فتح مبین اور حنین میں اس قدر ساز و سامان کے باوجود شکست کا یہی راز تھا۔

آنحضرت ﷺ اس وقت دوزرہ پہنچے ہوئے ایک فخر پر سوار تھے جس کو ذل دل کہا جاتا تھا۔ قبائل کو پسپا ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کے ارشاد سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دلیرانہ آواز دی جس سے لوگوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر جم گئے اور طرفین سے قتل و قتال شروع ہو گیا۔

ایک عظیم الشان معجزہ، ایک مٹھی سے تمام لشکر غنیم کو شکست

ادھر آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی اٹھا کر لشکر غنیم کی طرف پھینکی جس کو قدرت خداوندی نے مخالف لشکر کے ہر سپاہی کی آنکھ میں اس طرح پہنچا دیا تھا کہ کوئی ایک آنکھ اس سے نہ بچ سکی (سیرت مغلطائی ص ۷۲) آخر دشمن مرعوب و مغلوب ہو کر بھاگے، مسلمانوں میں سے صرف چار آدمی اور کفار کے ستر آدمی مارے گئے، مسلمانوں نے جوش انتقام میں بچوں اور عورتوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

غزوہ طائف

اس کے بعد آنحضرت ﷺ طائف کی طرف متوجہ ہوئے ہاں بنی ثقیف اور

۱ اور غائبانہ شعر کا ترجمہ کسی نے اردو زبان میں اس طرح کیا ہے۔

چرخ کو کب یہ جلتے ہے سنگاری میں

کوئی مشوق ہے اس پردہ نگاری میں

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد عام طور سے عرب اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ کیونکہ ان میں کثرت سے وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش کی شوکت کے ڈر سے مسلمان ہونے میں توقف اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے، اس وقت وہ سب کے سب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے، باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہوں۔

البتہ دو قبیلے ہوازن اور ثقیف غیرت کی وجہ سے آمادہ جنگ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف مسلمانوں کے قتال کے لئے بڑھے۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے بارہ ہزار کا لشکر مقابلے کے لئے جمع کیا، جن میں دس ہزار تو مہاجرین و انصار تھے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار نو مسلم تھے۔ جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور یہ اب تک اسلامی لشکروں میں سب سے بڑی تعداد تھی، ۲۷ شوال ۸ھ کو یہ حزب اللہ (خدائی لشکر) روانہ ہوا۔ اور جب وادی حنین میں پہنچا تو دشمن پہاڑ کی گھائیوں میں چھپے ہوئے تھے فوراً مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، چونکہ ابھی تک ترتیب صفوف بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے اسلامی لشکر کا اگلا حصہ پسپا ہونے لگا۔

اس پسپائی کا ظاہری سبب تو یہی بے ترتیبی تھی۔ لیکن حقیقی سبب وہ ہے جس کی طرف قرآن عزیز نے اشارہ کیا ہے۔ یعنی مسلمان اس وقت خلاف عادت اپنی کثرت اور ساز و سامان دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ اور بعض صحابہؓ کی یہاں تک کہ صدیق اکبرؓ کی زبان پر کلمات آ گئے۔ کہ آج تو ہم مغلوب نہیں ہو سکتے، اس لئے مالک بے نیاز نے ان کو تنبیہ کرنے کے لئے یہ صورت ظاہر فرمائی تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ ہماری فتح و شکست ہمارے ہاتھوں اور تیروں،

میں تھے اور اس پر مزید یہ کہ سخت گرمی پڑ رہی تھی، لیکن جاں نثاروں کی جماعت تھی کہ اس کے باوجود بھی جہاد کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ چندہ کیا گیا تو حضرت صدیق اکبر ؓ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ لا کر رکھ دیا اور حضرت عثمان غنی ؓ نے ایک عظیم الشان امداد سامان جنگ وغیرہ سے پیش کی جو نو سو اونٹ اور گھوڑوں پر مشتمل تھی۔ (سیرت مغلطائی ص ۷۲)

جمعرات کے روز ماہ رجب میں تمیں ہزار صحابہ ؓ کی جمعیت لے کر آنحضرت ؐ تبوک کی طرف تشریف لے چلے۔

چند معجزات

راستہ میں ابوذر غفاری ؓ کو دیکھ کہ سب سے علیحدہ علیحدہ چل رہے ہیں، تو فرمایا دنیا سے علیحدہ ہی چلیں گے اور علیحدہ ہی زندگی گزاریں گے اور علیحدہ ہی مریں گے، چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا۔

اسی غزوہ میں آنحضرت ؐ کی اونٹنی گم ہو گئی اور آپ ؐ کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ اس کی مہار ایک درخت میں فلاں جگہ الجھ گئی ہے۔ وہاں جا کر دیکھا تو یہی صورت سامنے آئی۔ (مغلطائی ص ۷۶)

تبوک جب پہنچے تو اس جگہ کوئی نہ تھا۔ ہر قتل بادشاہ حمص چلا گیا تھا آپ ؐ نے حضرت خالد ؓ کو اکیدہ نصرانی کی طرف بھیجا اور پیشین گوئی کے طور پر فرمایا کہ تم رات کے وقت اس سے ملو گے جب کہ وہ شکار کر رہا ہوگا، خالد ؓ پہنچے تو ٹھیک یہی واقعہ پیش آیا اور اس کو گرفتار کر لائے۔

الغرض آپ تقریباً پندرہ بیس روز وہیں مقیم رہے، لیکن کوئی مقابلے پر نہیں آیا تو واپسی کا ارادہ ہوا اور یہ آنحضرت ؐ کا آخری غزوہ تھا۔ رمضان المبارک ۹ھ میں واپس مدینہ پہنچے۔

ہوازن کا مرکز تھا۔ تقریباً اٹھارہ دن تک اس کا محاصرہ کیا، لیکن فتح نہ ہوا۔ جب آپ ﷺ وہاں تشریف لائے تو ابھی راستہ ہی میں تھے کہ مقام ہجرانہ میں طائف سے قبیلہ ہوازن کے وفد آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور درخواست کی کہ حنین کے موقع پر جوان کے لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے تھے، ان کو واپس کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے منظور فرما کر ان کے قیدی واپس کر دیئے جب آپ ﷺ طائف سے واپس آکر مدینہ میں مقیم ہو گئے تو اہل طائف کا ایک وفد حاضر خدمت ہو کر اور خود درخواست کر کے داخل اسلام میں ہو گیا۔

عمرہ ہجرانہ

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ہجرانہ ہی سے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور احرام باندھ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور ادائے عمرہ کے بعد پھر مدینہ طیبہ کو واپسی ہوئی۔ ۶ رزیقہ ۸ھ کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

۹ھ غزوہ تبوک، حج اسلام

وفود کی آمد اور فوج ورفوج مسلمان ہونا

غزوہ تبوک اور اسلام میں چندہ کارواج

طائف سے واپسی کے بعد ۹ھ کے نصف تک مدینہ میں مقیم رہے، پھر آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ غزوہ موتہ کے شکست خوردہ رومیوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے مقام تبوک میں جو مسلمانوں سے چودہ میل کے فاصلے پر ہے، بہت کچھ تیاریاں کر رکھی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے جہاد کی تیاری شروع کی لیکن اس وقت مسلمان قحط سالی کی وجہ سے نہایت تنگدستی اور افلاس کی حالت

وفد بنی فرارہ

پہلے ہی مسلمان ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

وفد بنی تمیم

آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مکالمات کے بعد سب کے سب مسلمان ہو کر وطن کو لوٹ گئے۔

وفد بنی سعد ابن بکر اس وفد کے امیر خنم بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بہت سے سوالات کئے، آپ ﷺ نے سب کے شافی جواب دیئے اور لڑپی تحقیق مذہب اور شرح صدر کے بعد مشرف باسلام ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور قوم میں تبلیغ کی جس کی وجہ سے ان کی ساری قوم مسلمان ہو گئی۔

وفد کندہ

سورہ صافات کی ابتدائی آیات سننے ہی ان کے قلوب میں اسلام نے گھر کر لیا۔

وفد بنی عبد القیس

پہلے نصاریٰ تھے، سب کے سب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے، آپ ﷺ نے ضروری امور اسلامی ان کو تعلیم فرمائے۔

وفد بنی حنیفہ

بھی حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ان میں مسلمانہ بھی شامل تھا جو بعد میں نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانہ کذاب کے نام سے پکارا گیا۔ اور محض اس دعویٰ نبوت کی بناء پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں سے مع اپنے رفقاء کے قتل کیا گیا۔

مسجد ضرار کو آگ لگانا

واپسی کے بعد آپ ﷺ نے اس جگہ آگ لگانے کا حکم فرمایا جو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف مشورہ کرنے کے لیے مسجد کے نام سے بنائی تھی۔ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس کا نام مسجد رکھ دیا تھا (مغلطائی) اس سے بھی یہ معلوم ہو گیا کہ مسجد ضرار اور حقیقت مسجد نہ تھی۔

اسلام میں داخلہ

صلح حدیبیہ کے بعد جب راستے مامون ہوئے تو اشاعت اسلام جس کو امن و امان ہی کی ضرورت تھی ایک حد تک وسیع پیمانہ پر ہو سکی۔ اور اسی لئے اس صلح کا نام آسمانی دفتروں میں فتح رکھا ہوا تھا، لیکن پھر بھی کچھ لوگ قریش کے دباؤ کی وجہ سے اسلام میں داخل نہ ہو سکتے تھے، فتح مکہ نے اس قصہ کو بھی تمام کر دیا اور اب قرآن عظیم نے تمام عرب میں گھر گھر پہنچ کر اپنے اعجازی تصرف سے سب کے قلوب پر سکھایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو کسی طرح اسلام اور مسلمان کی صورت نہ دیکھنا چاہتے تھے آج جوق در جوق آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دور دراز کے سفر طے کرتے ہوئے وفود کی طرف صورت میں پہنچتے ہیں، اور برضا و رغبت اسلام کے حلقہ بگوش بن کر اپنا جان و مال فدا کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اور یہ وفود اکثر ۹۹ میں حاضر اقدس ہوئے۔

وفد ثقیف

تبوک سے واپسی کے بعد ہی مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ اور پھر پے در پے وفود آنے شروع ہو گئے۔ جن کی تعداد ستر تک نقل کی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض کے واقعات مختصر ایہ ہیں۔

ان میں خالد بن الولیدؓ بھی تھے جو مع اپنے رفقاء کے مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح بنی اسد، بنی محارب، ہمدان، غسان وغیرہ کے وفد کچھ حاضری سے پہلے اور کچھ بعد میں مسلمان ہوئے۔ حیر کے مختلف سردار جو اپنی اپنی جماعت کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے، ان کی طرف سے قاصد یہ خبر لائے کہ ان سب نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا۔ اور اسی طرح پیادہ و سوار وفد حاضر ہو کر اسلام لاتے رہے، یہاں تک کہ ۱۰ھ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان تھے، اور جو لوگ اس حج میں حاضر نہیں تھے۔ ان کی تعداد بھی اس سے کئی گنا تھی۔

صدیق اکبرؓ کا امیر حج ہونا

غزوہ تبوک کے بعد ذیقعدہ ۹ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر حج بنا کر مکہ معظمہ روانہ فرمایا۔

۱۰ھ حجۃ الاسلام

۲۵ ذیقعدہ ۱۰ھ روزِ دو شنبہ کو حضور ﷺ حج کے لئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے، صحابہؓ کی بھی عظیم الشان جمعیت ساتھ ہوئی جس کی تعداد ایک لاکھ سے زائد منقول ہے، مدینہ منورہ سے چھ میل پر بمقام ذوالحلیفہ احرام باندھا۔ ۴ ذی الحجہ کو بروز شنبہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور حسبِ قواعد شرعیہ حج ادا فرمایا۔

خطبہ سمرقات

نویں تاریخ کو عرفات تشریف لے جا کر آپ ﷺ نے ایک مفصل اور بلیغ خطبہ دیا، جو نصائح اور حکم سے بھرا ہوا، اور خدا کے رسول ﷺ کا آخری پیغام تھا۔

قائدہ

مسئلہ کذاب بوقت دعویٰ نبوت بھی آنحضرت ﷺ اور قرن واسلام کا منکر نہیں تھا چنانچہ امام ۱۰ الحدیث والتفسیر شیخ ابو جعفر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ مسلمان نے اپنے مؤذن کو حکم دیا تھا کہ اذان میں برابر اشہد ان مُحَمَّدًا رسول اللہ کہا کرے۔ لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبوت کا دعویٰ جائز نہیں بلکہ مطلقاً دعویٰ نبوت بہت سی نصوص قرآنی اور احادیث متواترہ اور اجماعی عقیدہ نبوت سے انکار ہے اس لئے باجماع صحابہ غسیلہ کا غیر تشریحی نبوت کا دعویٰ بھی کفر و ارتداد سمجھا گیا اور باجماع صحابہ اس پر جہاد کیا گیا، صحابہ کو اس کی اذان و نماز و تلاوت قرآن نے اس کو کافر کہنے سے نہیں روکا۔

قادیانی مرزا صاحب جن کے دعوے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں یہی نہیں کہ اپنے آپ کو تمام انبیاء سے افضل بتاتے ہیں بلکہ بہت سے انبیاء کی ایسی جگہ خراش توہین کرتے ہیں کہ کسی شریف انسان سے ممکن نہیں بالخصوص حضرت عیسیٰ پر تو اپنا ترکش خالی کر دیا ہے۔ اور وہ بازاری گالیاں دی ہیں کہ کوئی مسلمان اس کو سن کر کسی طرح صبر نہیں کر سکتا جس کی تصدیق خود مرزا صاحب کی تصانیف ضمیمہ انجام اتھم او دافع البلاء نزول المسیح سے ہر شخص کر سکتا ہے، یہ اور اسی قسم کے بہت سے مشرکانہ دعوے دیکھ کر تمام اسلامی فرقوں کے علماء نے متفقہ طور پر اگر ان کے کفر کا فتویٰ دیا، اور ان کی نماز روزہ اور ان کی موعومہ تبلیغ اسلام کی پرواہ نہ کی تو بلاشبہ سوائے صحابہ کی پیروی کی، ان پر اس میں کوئی ملامت نہیں کی جاسکتی۔

وفد بنی قحطان

جس کے امیر زید انخیل تھے، یہ بھی سب کے سب حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

① اور اپنے آپ کو مستقل تشریحی نہیں کہتا تھا بلکہ ہمارے زمانہ کے قائدانی مرزا صاحب کی طرح غیر تشریحی طور پر آپ ﷺ کے ماتحت نبوت کا دعویٰ کرتا تھا۔

فضیلت نہیں ہو سکتی، یاد رکھو کہ میں تبلیغ کر چکا اور یا اللہ تو گواہ ہے کہ میں تبلیغ کر چکا، حاضرین کو چاہئے کہ یہ کلمات عائشہ کو پہنچادیں۔“
جج سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ دس روز تک مکہ معظمہ میں مقیم رہ کر مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔

سیرتِ سر یہ اسامہ اور مرض و فات

سر یہ اسامہ

مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد ۲۶ صفر ۱ھ بروز دوشنبہ آنحضرت ﷺ نے ایک سر یہ جہاد روم کے لئے تیار فرمایا جس میں صدیق اکبر ﷺ اور فاروق اعظم ﷺ اور ابو عبیدہ ﷺ جیسے اکابر شامل تھے مگر اس سر یہ کے امیر حضرت اسامہ ﷺ مقرر ہوئے اور یہ آخری لشکر تھا جس کی روانگی کا حضور ﷺ نے خود انتظام فرمایا تھا ابھی روانہ نہ ہوا تھا کہ حضور ﷺ کو بخار شروع ہو گیا۔

آپ ﷺ کا مرض و فات

۲۸ صفر ۱ھ چہار شنبہ کی رات میں آپ ﷺ نے قبرستان بقیع غرقہ میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا اے اہل مقابر تمہیں اپنا یہ حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو، کیونکہ اب دنیا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا، اور پھر بخار ہو گیا، اور یہ بخار صحیح روایات کے موافق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی، اسی عرصہ میں آپ ﷺ اپنے دستور کے مطابق ہر روز ازواج مطہرات کے حجروں میں منتقل ہوتے رہے۔ جب آپ ﷺ کا مرض طویل اور سخت ہو گیا تو ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ ایام مرض میں صدیقہ عائشہ

خصوصاً اس کے مندرجہ ذیل ارشادات ہر مسلمان کو اپنے صفحہ دل پر لکھ لیتا چاہئے۔

”اے لوگو! میرا کلام سنو، تاکہ میں تمہارے لئے ضروری امور کو بیان کر دوں، نہ معلوم کہ آئندہ سال پھر میں تم سے مل سکوں یا نہیں۔“

اس کے بعد فرمایا:

”مسلمانوں کی جان و مال و آبرو تم پر قیامت تک اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن (عرفہ) اس مہینہ (ذی الحجہ) اور اس شہر (مکہ) کی حرمت ہے اس لئے جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اس کی امانت واپس کر دے۔“

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! تمہاری عورتوں کے تم پر کچھ حقوق ہیں، اور ان پر تمہارے حقوق ہیں، اے لوگو! مسلمان سب بھائی بھائی ہیں، کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال بغیر اس کی خوشی کے حلال نہیں، میرے بعد تم پھر کافر نہ ہو جاؤ، کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو، اس لئے کہ میں نے تمہارے لئے اپنے بعد خدا کی کتاب چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کے احکام کو مضبوطی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔“

پھر ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارے باپ ایک ہیں، تم آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے۔ تم میں سے عزت والا وہ ہے جو متقی ہو، کسی عربی کو کسی عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی

اپنے پرہیزگار کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ بے رحمی کرتے ہیں۔ (دروں السیرۃ الحمد یہ)

اس کے بعد مکان میں تشریف لے گئے اور وفات سے پانچ یا تین روز پہلے پھر ایک مرتبہ باہر تشریف لائے۔ سر مبارک بندھا ہوا تھا، حضرت صدیق اکبر ؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے منع فرمایا اور خود ابو بکر ؓ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ نماز کے بعد ایک مختصر خطبہ دیا جس کے دوران فرمایا:

”ابو بکر ؓ سب سے زیادہ میرے محسن ہیں اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو ظلیل بنانا تو ابو بکر ؓ کو بنانا، لیکن چونکہ ظلیل خدا کے سوا کوئی نہیں، اس لئے ابو بکر ؓ میرے بھائی اور دوست ہیں۔“

اور فرمایا:

”مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے ہیں وہ سب سوائے ابو بکر ؓ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں۔ (صحیح بخاری مع فتح ص ۳۵۶)

محدث ابن حبان نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس حدیث میں صاف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد صدیق اکبر ؓ ہی خلیفہ ہیں۔ (فتح الباری پ ۲۲، ص ۳۵۶) اس کے بعد دوسری ربیع الاول دو شنبہ کے روز لوگ صبح کی نماز حضرت صدیق ؓ کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ یکا یک آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ کھول کر لوگوں کی طرف دیکھا، اور

① صحیح یہ ہے کہ کعبہ کی نماز تھی، فتح الباری ص ۱۰۶ ہندی ۱۲۔

② صحیح روایت کے سواقی اس وقت آپ ہی امام تھے صدیق اکبر ؓ در تمام جماعت آپ ﷺ کی مقتدی تھے۔ البتہ صدیق اکبر ؓ بلند آواز سے کعبہ کہتے جاتے تھے۔ مشکوٰۃ باب ما یصلیٰ اسلام ۱۸۰

رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہیں۔ سب نے اجازت دے دی۔

صدیق اکبر ﷺ کی امامت

رفتہ رفتہ مرض اتنا بڑھ گیا کہ آپ ﷺ مسجد تک بھی تشریف نہ لاسکے تو ارشاد فرمایا کہ صدیق اکبر ﷺ سے کہو نماز پڑھائیں، حضرت صدیق ﷺ نے تقریباً ستر نمازیں پڑھائیں، پھر ایک روز اتفاقاً صدیق اکبر ﷺ اور حضرت عباس ﷺ، انصار کی ایک مجلس پر گذرے تو وہ سب رو رہے تھے۔ سب پوچھا تو کہا کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔ حضرت عباس ﷺ یہ خبر آپ ﷺ کو بھی پہنچا دی۔ یہ سن کر آپ ﷺ حضرت علی ﷺ اور حضرت فضل ﷺ کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف لائے۔ حضرت عباس ﷺ آگے آگے تھے، آپ ﷺ منبر پر چڑھے لیکن نیچے ہی سیڑھی پر جلوہ افروز رہے اور اوپر نہ چڑھ سکے اور بلیغ خطبہ دیا، جس کے بعض کلمات یہ ہیں۔

آخر الانبیاء کا آخری خطبہ

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈر رہے ہو، کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا ہے جو میں رہتا، ہاں میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو، ہاں تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے، پس جو شخص کہ یہ پسند کرے کہ بروز قیامت اس حوض سے سیراب ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو لایعنی اور بے ضرورت باتوں سے روکے، میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک اور اتحاد کی وصیت کرتا ہوں۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے حکام اور بادشاہ ان کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور جب وہ

مسلمانوں نے چھوڑا، اور اولیاء و صلحاء کی قبروں کی سجدہ گاہ بنا ڈالا (نعوذ باللہ) حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں • کہ قریب وفات آنحضرت ﷺ چھت کی طرف دیکھتے اور فرماتے تھے۔

یعنی یا اللہ! میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں، بعض روایات میں ہے کہ آخری لمحات میں زبان رسالت پر الصلوٰۃ الصلوٰۃ کے کلمات جاری رہے۔ • (خاص کبریٰ) وفات کی خبر صحابہ ﷺ میں شائع ہوئی تو گویا سب کی عقلیں از گئیں۔ فاروق اعظم ﷺ جیسے جلیل القدر صحابی فرط غم سے آپ ﷺ کی موت کا انکار کرنے لگے، صدیق اکبر ﷺ اس وقت تشریف لائے تو ایک مختصر سا خطبہ دیا جس میں لوگوں کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو سن لے کہ آپ ﷺ وفات پا گئے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو سمجھ لے کہ وہ حسی قیوم آج بھی زندہ ہے! یہ سن کر صحابہ ﷺ کو کچھ ہوش آیا۔

پھر چونکہ آپ ﷺ کے بعد خلیفہ کا قائم کرنا سب سے پہلا اور مقدم کام تھا۔ کیونکہ دوسرے دینی و دنیوی معاملات کے خلل اور بیرونی و اندرونی دشمنوں کے حملے کے علاوہ خود آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی خلیفہ کا قائم کرنا ضروری سمجھا۔ اور اس قضیہ کے طے ہونے میں کچھ دیر ہوئی اور اسی پیر کے دن سے بدھ کی رات تک توقف ہوا۔ بدھ کی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے آپ ﷺ کو غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ قبر شریف، حدیث شریف کے موافق صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں اسی جگہ کھودی گئی جہاں وفات ہوئی تھی۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر کھودی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ و عباس رضی اللہ عنہ

① یہ پہلی نیرایت صدیقہ نقل کیا ہے کہ آخری لمحات میں زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے الصلوٰۃ الصلوٰۃ ملکت الہماکم یعنی نماز کا اور ان لوگوں کے حقوق کا بڑا خیال رکھو جو تمہارے قبضہ میں ہیں • حافظ نے اس قول کو کتر جمع دی ہے۔ فتح الباری ص ۱۰۶۔

جسم فرمایا۔ صدیق اکبرؓ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹے لگے اور خوشی کی وجہ سے صحابہؓ کے قلوب نماز میں منتشر ہونے لگے۔

دو نماز م خم ابوئے تو چوں یاد آمد

حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

آپ ﷺ نے ان کو ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری کرو اور خود اندر تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا، اور اس کے بعد پھر باہر تشریف نہیں لائے، اسی روز ظہر کے بعد اس عالم سے انتقال فرما کر رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ واصل ہوئے۔ **فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** د

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس وقت حضور ﷺ کی عمر شریف ۶۳ برس تھی۔

آپ ﷺ کے آخری کلمات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس مرض کے دوران میں کبھی کبھی آپ ﷺ چہرہ مبارک سے چادر اٹھا کر فرماتے تھے کہ یہود و نصاریٰ پر اس لئے خدا کی لعنت آئی ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے۔ غرض یہ تھی کہ مسلمان اس سے بچیں۔ (بخاری ص ۱۰۵)

آہ! یا رسول اللہ! نے آخری لمحات میں جس چیز سے ڈرایا تھا وہ بھی آج

① تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج ۹ ربیع الاول کو ہوا، ان دونوں باتوں کے ملانے سے ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ نہیں پڑتی۔ اس لئے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات دوسری ربیع الاول ہے۔ کتابت کی غلطی سے (۲-۱۱۴) اور عربی عبارت میں ثانی شیعہ ربیع الاول کا ثانی عشر، ربیع الاول بن گیا۔ حافظ مغلطائی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ اللہ اعلم

لئے سہولت ہو) آپ ﷺ نے کسی کھانے میں غیب نہیں نکالا۔ البتہ اگر مرغوب ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ آپ ﷺ تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ میز پر بیٹھ کر کھاتے تھے، نہ سینی پر، اور نہ کبھی آپ کے لئے پتلی چپاتی پکائی گئی۔ لکڑی خر بوزہ کو کھجور کے ساتھ کھایا کرتے تھے، شہد اور تمام شیریں کو طبعاً پسند فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، آپ ﷺ کے گھر والوں پر دو دو مہینے صاف اس طرح گزر جاتے تھے کہ چولہے میں آگ جلانے کی بھی نوبت نہ آتی تھی بلکہ صرف چھواریوں اور پانی پر گذر ہوتی تھی۔

آپ ﷺ اپنا جو نا خودی لیتے اور کپڑے میں پیوند خود لگاتے تھے۔ اپنے اہل بیت کے کاروبار میں رہتے تھے، مریضوں کی عیادت کرتے تھے، جب کوئی آدمی آپ ﷺ کو دعوت دیتا، خواہ وہ امیر ہو یا مفلس، اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، کسی مفلس کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے۔ اور کسی بڑے سے بڑے بادشاہ سے اس کے ملک کی وجہ سے مرعوب نہ ہوتے تھے، اپنے پیچھے اپنے غلام وغیرہ کو سوار کر لیتے تھے۔ مونے کپڑے پہنتے تھے اور گٹھے ہوئے جوتے پہن لیتے تھے۔ سفید کپڑے آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پسند تھے۔

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور بے کار باتوں سے اجتناب فرماتے تھے۔ نماز کو طویل اور خطبہ مختصر پڑھتے تھے، غلاموں اور مظلوموں کے ساتھ چلنے پھرنے سے پرہیز نہ فرماتے تھے، کبھی کبھی ہلسی اور خوش طبعی کی باتیں فرماتے لیکن اس وقت بھی واقعہ کے خلاف نہ بولتے تھے۔ تمام انسانوں سے زیادہ خندہ پیشانی و خوش خلق تھے، عذر خواہ کا عذر قبول فرما لیتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ

نے قبر میں رکھا، آپ ﷺ کی قبر شریف ایک بالشت اونچھی رکھی گئی۔
سیرت نبوی کو مختصراً بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ
کے اخلاق کریمہ کا کچھ حصہ مختصراً پیش کر دیا جائے، شاید خداوند کریم ہم سب کو
ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

آپ ﷺ کے اخلاق و خصائل و معجزات

اخلاق شریفہ

آپ ﷺ سب سے زیادہ شجاع و بہادر اور سب سے زیادہ بخشنے والے تھے، جب بھی
آپ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو فوراً عطا فرمادیتے تھے، سب سے زیادہ
حلیم و بردبار تھے، یہاں تک کہ صحابہ ﷺ نے کفار کی ایک قوم کے متعلق آپ ﷺ
سے عرض کیا کہ ان کے متعلق بدو عا فرمائیے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رحمت ہو
کر آیا ہوں، عذاب بن کر نہیں آیا۔ آپ ﷺ کا دندان مبارک شہید کیا گیا۔ مگر
اس وقت بھی ان کے لئے رحمت مغفرت ہی فرماتے تھے۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ حیا دار تھے۔ آپ ﷺ کی نگاہ کسی کے چہرے پہ نہ
ٹھہرتی تھی۔ اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے انتقام نہ لیتے تھے اور نہ غصہ ہوتے
تھے، ہاں جب حدود خداوندی پر دست اندازی کی جاتی تو غصہ آتا تھا، اور جب
غصہ آتا تھا تو پھر آپ ﷺ کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا۔ جب آپ ﷺ کو دو
کاموں میں اختیار دیا تو ہمیشہ ان میں سے آسان کو اختیار فرمایا۔ تاکہ امت کے

ہزاروں پیشین گوئیوں کا آفتاب کی طرح صادق ہونا وغیرہ وغیرہ، ہزاروں معجزات ہیں جو نہ صرف آیات اور صحیح احادیث میں وارد ہیں بلکہ کفار کی شہادت سے بھی ثابت ہیں جن کو علمائے متقدمین و متاخرین نے مستقل تصنیفوں میں ثابت کیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ کی خصائص کبریٰ اور متاخرین میں رسالہ الکلام الحسین اردو، اسی مضمون میں لکھے گئے ہیں مگر اس مختصر رسالہ میں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لئے اس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

آخر میں مناسب معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے چند کلمات نصیحت بھی لکھے جائیں اور ان کا مستقل مجموعہ الکلم ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

بندہ محمد شفیع

دیوبندی غفرلہ والدیہ و مشائخ

سیرت خاتم الانبیاء ﷺ
 عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن مجید تھا۔ یعنی جس چیز کو قرآن پسند کرتا۔
 اس کو آپ ﷺ بھی پسند فرماتے تھے۔ اور جس کو قرآن پسند نہ کرنا تھا اس کو آپ
 ﷺ بھی ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خوشبو سے بہتر کبھی کوئی
 خوشبو نہیں سونگھی۔

معجزات

دنوی بادشاہ جب کسی کو اپنی طرف سے کسی صوبہ کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجتے
 ہیں تو اس کے ساتھ کچھ نشانیاں دی جاتی ہیں تاکہ جن کو دیکھ کر لوگوں کو اس کی
 گورنری کا یقین آجائے، مثلاً کچھ حشم و خدم اور فوج اور وہ اختیارات جن کو عام
 رعایا نافذ نہیں کر سکتی اسی طرح خدائے تعالیٰ کے رسول جب دنیا میں آتے ہیں تو
 ان کے ساتھ صدق و دیانت اور حسن خلق اور جملہ کمالات بشریہ کی نشانیں کے
 ساتھ ایک قوت قاہرہ ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے معاندین کی گردنیں جھک
 جاتی ہیں۔ اسی قوت قاہرہ اور فوق العادت اختیارات کا نام معجزات اور خرق
 عادت ہے۔

ہمارے رسول اللہ ﷺ کے معجزات تعداد اور کیفیت کے لحاظ سے بھی تمام
 انبیائے سابقین سے افضل ہیں اور زائد ہیں۔

پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی مقدس ہستیوں تک محدود تھے اور
 آنحضرت ﷺ کا معجزہ قرآن آج بھی ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے جس کے
 مقابلہ میں دنیا کی ساری قوتیں اور جن و انس عاجز ہیں، اس کے علاوہ چاند کے
 دو ٹکڑے کر دینا، انگلیوں سے پانی جاری ہونا، کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، لکڑی کے
 ستون کا روٹنا، درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا درختوں کا بلانا اور ان کا آ جانا

جوامع الکلم

چہل حدیث

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری امت کے فائدے کے واسطے دین کے کام کی چالیس حدیثیں سنا دے گا اور حفظ کرے گا خدا تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عالموں اور شہیدوں کی جماعت میں اٹھائے گا اور فرمائے گا کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

عظیم الشان ثواب کے لئے سینکڑوں علمائے امت نے اپنے اپنے طرز میں چہل حدیث لکھیں جو مقبول و مفید عام ہوئیں۔

میری حیثیت اور حوصلہ سے بہت زیادہ تھا کہ اس میدان میں قدم رکھتا لیکن جب آنحضرت ﷺ کی مختصر سوانح عمری سیرت خاتم الانبیاء اس غرض سے لکھی کہ مبتدیوں اور عورتوں کو پڑھائی جائے تو مناسب معلوم ہوا کہ آخر میں کچھ احادیث کے مختصر جملے بھی درج کئے جائیں جن کو مبتدی بھی یاد کر سکیں۔

اس ذیل میں خیال آیا کہ پوری چالیس حدیثیں کر دی جائیں تاکہ اس کے

① رواہ ابن عدی عن ابن عباس وابن الفجار ابی سعید کذا فی الجامع الصغير ۱۲۷۸۔
ہر حفظ حدیث کے دو طریق ہیں۔ زبان یا یاد کر کے لوگوں کو سننا دے یا لکھ کر شائع کر دے۔ اس لئے وعدہ حدیث میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو چہل حدیث طبع کر کے شائع کرتے ہیں۔ اس صورت میں چہل حدیث کا ہر نسخہ اس عظیم الشان ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے اس قدر کہ کل الاصول اور عظیم الشان ثواب سے بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی قسمت۔ سراج المسیر شرح جامع صغیر میں اسی نعمان کو مہارت ذیل میں ادا کیا ہے۔ فلو حفظ فی کتاب لم نقل الی ان من دخل فی وعدہ الحدیث ولو کتبھا عشرین کتابا الا ۱۴۰۰

(۱)..... إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. (بخاری و مسلم)

سارے عمل نیت سے ہیں

(۲)..... حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خُمْسُ رَدِّ السَّلَامِ
وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاجَابَةُ الدَّعْوَةِ
وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ. (بخاری و مسلم و ترمذی)

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ (۱) سلام کا جواب دینا۔
(۲) مریض کی مزاج پرسی کرنا۔ (۳) جنازہ کے ساتھ جانا۔
(۴) اس کی دعوت قبول کرنا۔ (۵) چھینک کا جواب سرِ حمک
اللہ کہہ کر دینا۔

(۳)..... لَا يُرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لَا يُرْحَمُ النَّاسُ، (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے

(۴)..... لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاتٌ. (بخاری و مسلم)

چٹخنو رجنّت میں نہ جائے گا۔

(۵)..... لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ. (بخاری و مسلم)

رشتہ قطع کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔

یاد کرنے والے چہل حدیث کے عظیم الشان ثواب کے بھی مستحق ہو جائیں اور شاید ان کی برکت سے یہ سراپا گناہ گاران بزرگوں کے خدام میں شمار ہو جائے۔ جنہوں نے یہ سعادت حاصل کی ہے۔

(وما ذالک علی اللہ بعزیز)

تنبیہ

- (۱)..... یہ احادیث سب نہایت صحیح اور قوی، بخاری و مسلم کی حدیثیں ہیں۔
- (۲)..... چونکہ آج کل عام طور پر مسلمانوں کی اخلاقی حالت زیادہ تباہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور بچپن میں تعلیم اخلاق موثر بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر احادیث وہی درج کی ہیں جو اعلیٰ اخلاق اور تہذیب و تمدن کے زریں اصول ہیں۔



(۱۲).....أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ.

(بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب عملوں میں وہ زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو،
اگرچہ تھوڑا ہو۔

(۱۳).....لَا تَدْخُلُ الْمَلِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ أَوْ تَصَاوِيرُ.

(بخاری و مسلم)

اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔

(۱۴).....إِنَّ مِنْ أَحْسَنِكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا. (بخاری و مسلم)

تم میں سے وہ شخص میرے نزدیک محبوب ہے جو زیادہ خلیق ہو۔

(۱۵).....الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. (بخاری و مسلم)

دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

(۱۶).....لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ

لَيَالٍ. (بخاری و مسلم)

مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی
سے قطع تعلق رکھے۔

(۱۷).....لَا يُلْدَغُ الْمَرْءُ مِنْ حُبِّهِ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ.

(بخاری و مسلم)

(۶).....الظُّلُمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ. (بخاری و مسلم)

ظلم قیامت کے روز اندھیروں کی صورت میں ہوگا

(۷).....مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ.

(بخاری و مسلم)

خنثوں کا جو حصہ پانچامہ کے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جائے گا

(۸).....الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ.

(بخاری و مسلم)

مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہے

(۹).....مَنْ يُحَرِّمِ الرِّفْقَ يُحَرِّمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ.

جو شخص نرم عادت سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا

(۱۰).....لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي

يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ. (بخاری و مسلم)

پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو بچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہی شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(۱۱).....إِذَا لَمْ تَسْتَخِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ. (بخاری و مسلم)

جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہے کرو ❶۔

(۲۳).....قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرَزَقَ كَفَافًا وَ قَنَعَهُ اللَّهُ

بِمَا آتَاهُ. (مسلم)

وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا اور جس کو بقدر کفایت رزق مل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی روزی پر قناعت دے دی۔

(۲۴).....أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ الْمُصَوِّرُونَ.

(بخاری و مسلم)

سب سے سخت عذاب میں قیامت کے روز تصویر بنانے والے ہوں گے۔

(۲۵).....الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ. (مسلم)

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔

(۲۶).....لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ

لِنَفْسِهِ. (بخاری و مسلم)

کوئی بندہ اس وقت تک پورا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۲۷).....لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهُ بَوَاقِعَهُ. (مسلم)

وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ رہے۔

(۲۸).....أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (بخاری و مسلم)

انسان کو ایک ہی سوراخ ❶ سے دوسرے نہیں ڈسا جاسکتا۔

(۱۸)..... الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ . (بخاری و مسلم)

حقیقی غنا، دل کا غنا ہوتا ہے۔

(۱۹)..... كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ غَابِرُ سَبِيلٍ .

(بخاری شریف)

دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا راہ گزر ❷ رہتا ہے

(۲۰)..... كَفَى بِالْمَرْءِ كَذْبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا

سَمِعَ . (مسلم از مشکوٰۃ)

انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے جو بات سنے (بغیر تحقیق کے) لوگوں سے بیان کرنا شروع کر دے۔

(۲۱)..... غَمُّ الرَّجُلِ صِنُوْا بَيْتِهِ . (بخاری و مسلم)

آدمی کا بچھا اس کے باپ کی مانند ہے۔

(۲۲)..... مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

(بخاری و مسلم)

جو کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائے گا۔

❶ یعنی جس سے ایک مرتبہ قصان پہنچتا ہے پھر وہ بارہا اس کے پاس نہیں جاتا۔

❷ یعنی زیادہ دھماخو نہ بنانا۔

وَالْآخِرَةُ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِمَا كَانَ الْعَبْدُ فِي

عَوْنِ أَخِيهِ. (مسلم از مشکوٰۃ)

جو شخص کسی مسلمان کو دنیاوی مصیبت میں چھڑائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی مصیبتوں سے چھڑا دے گا اور جو شخص کسی مفلس غریب پر (معاملہ میں) آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

(۳۳)..... أَبْغَضُ الرِّجَالِ عِنْدَ اللَّهِ الْأَلْدُّ الْخَصْمُ.

(بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو آدمی ہے۔

(۳۴)..... كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (مسلم)

ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔

(۳۵)..... الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ. (مسلم)

پاک رہنا آدھا ایمان ہے۔

(۳۶)..... أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا. (مسلم)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ مسجدیں ہیں۔

(۳۷)..... لَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ. (مسلم)

میں آخری پیغمبر ہوں، میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

(۲۹)..... لَا تَقَاطِعُوا وَلَا تَدَابِرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا

تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا. (بخاری)

آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کے درپے نہ رہو اور آپس میں بغض نہ رکھو اور حسد نہ رکھو اور اے اللہ تعالیٰ کے بند سب بھائی ہو کر رہو۔

(۳۰)..... إِنَّ إِلَى سُلَامٍ يَهْدِيهِمْ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَإِنَّ الْهَجْرَةَ

تَهْدِيهِمْ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَإِنَّ الْحَجَّ يَهْدِيهِمْ مَا كَانَ

قَبْلَهُ. (مسلم بخاری)

اسلام ان تمام گناہوں کوڑھا دیتا ہے جو اسلام پہلے کئے تھے اور ہجرت اور حج ان تمام گناہوں کوڑھا دیتے ہیں جو اس سے پہلے کئے تھے۔

(۳۱)..... الْكِبَائِرُ إِلَّا شَرَاكَ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ

وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ. (بخاری، مسلم بخاری)

کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی کو بے گناہ قتل کرنا اور جھوٹی شہادت دینا ہیں۔

(۳۲)..... مَنْ نَفْسٍ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا

نَفْسَ اللَّهِ عَنْهُ كُرْبًا مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ

يُسِّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يُسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا

قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔

(۳۸).....لَتَسَوْنَ صُفُوفَكُمْ أُولِيَ خَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ
وُجُوهِكُمْ. (مسلم)

نماز میں اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں
اختلاف ڈال دے گا۔

(۳۹).....مَنْ صَلَّى عَلَى وَاحِدَةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
عَشْرًا. (مسلم)

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

(۴۰).....إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ.

سب اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ دَائِمًا خُصُوصًا بِخَوَامِعِ الْكَلِمِ
وَعَوَاصِرِ الْحِكْمِ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

اَلْعَبْدُ الضَّعِيفُ مُحَمَّدٌ شَفَعَ عَفَا اللَّهُ عَنْهُ

وَفَقَّهُ لِمَا يُحِبُّ وَيُرِضَاهُ

۱۷/ رجب المرجب ۱۳۲۳ھ

”سیرت خاتم الانبیاء“ ﷺ میں سرور کائنات فخر موجودات روح و دوعالم رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا اجمالی نقشہ اپنے اصلی رنگ میں مکمل طور پر روایت میں احتیاطاً کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت فصاحت و بلاغت، ایجاز، سادگی و بے تکلفی کے ساتھ حالات و واقعات کو پیش کیا گیا ہے۔ کتاب جامع احوال و اخلاق و مناقب ہونے کے ساتھ آئینہ کمالات و عظمت و رافت و رحمت و جاہ و جلال حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ ایمان کی تازگی اور آپ ﷺ سے محبت بڑھانے کا بہترین ذریعہ۔

خصوصیات:

- ۱۔ اختصار کے ساتھ جامعیت اس قدر کہ کوئی ضروری واقعہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوا۔
 - ۲۔ مسائل جہاد و تعدد ازواج وغیرہ پر مخالفین کے اوہام و اعتراضات کے شافی جوابات۔
 - ۳۔ معتبر و مستند ماخذ۔
- اللہ تعالیٰ اسے مفید عام اور محبت نبوی کا سبب بنائے۔ آمین

E-mail: ishaaz@pk.netsoft.com
ishaaz@cyber.net.pk

سیرت خاتم الانبیاء



DIU-5006